SENATE DEBATES
SENATE OF PAKISTAN

Thursday, December 28, 1989.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Mr. Deputy chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَ
الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۝ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ ا
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْ
مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِ
وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝

ترجمہ:- خالق کائنات کا ارشاد ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں اور خرچ بھی کریں
(خدا کے لئے نہیں بلکہ) لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہ خدا پر لائیں اور نہ روزِ آخرت پر ایسے لوگ
کا ساتھی شیطان ہے اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو کچھ شک نہیں کہ وہ بُرا ساتھی ہے۔ اور
یہ لوگ خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان لاتے اور جو کچھ خدا نے ان کو دیا تھا اس میں سے خرچ کر
تو ان کا کیا نقصان ہوتا اور خدا ان کو خوب جانتا ہے خدا کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور
نیکی کی ہو گی تو اس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بخشے گا۔ بھلا اس دن کیا حال
ہو گا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال بتا
کو گواہ طلب کریں گے۔

SENATE DEBATES
SENATE OF PAKISTAN

Thursday, December 28, 1989.

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (parliament House) Islamabad at ten of the clock in the morning, with Mr. Deputy chairman (Syed Muhammad Fazal Agha) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْ
الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ۝ وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ ا
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْ
اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْ
مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۢ بِشَهِ
وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَاۗءِ شَهِيْدًا ۝

ترجمہ:۔ خالق کائنات کا ارشاد ہے کہ میرے بندوں میں سے بعض ایسے بھی ہیں اور خرچ بھی کریں
(خدا کے لئے نہیں بلکہ) لوگوں کے دکھانے کو اور ایمان نہ خدا پر لائیں اور نہ روز آخرت پر ایسے لوگ
کا ساتھی شیطان ہے اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو کچھ شک نہیں کہ وہ بُرا ساتھی ہے۔ اور
یہ لوگ خدا پر اور روزِ آخرت پر ایمان لاتے اور جو کچھ خدا نے ان کو دیا تھا اس میں سے خرچ کر
تو ان کا کیا نقصان ہوتا اور خدا ان کو خوب جانتا ہے خدا کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا اور
نیکی کی ہوگی تو اس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجرِ عظیم بخشے گا۔ بھلا اس دن کیا حال
ہوگا جب ہم ہر امت میں سے احوال بتانے والے کو بلائیں گے اور تم کو ان لوگوں کا حال بتا
کو گواہ طلب کریں گے۔

Leave of Absence

جناب ڈپٹی چیئرمین: جزاک اللہ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، رخصت کی درخواستیں:- جناب محمود احمد منٹو صاحب نے درخواست کی ہے کہ ۲۷ دسمبر کو ایوان میں وہ حاضر نہیں ہو سکے اس لیے انہیں اس دن کی رخصت عنایت کی جائے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: جناب غلام فاروق خان صاحب نے بھی ایوان کے بقایا سیشن کے دنوں کے لیے ناسازیٔ طبع کی بنا پر ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ! اب صدر صاحب کی تقریر پر تقاریر کا سلسلہ شروع کرتے ہیں۔ جناب احمد میاں سومرو۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

Mr. Ahmed Mian Soomro: Sir, before that I would request that after we finish the President's Address, we are going to deal with the Sindh situation and the question of including note of dissent given by Mr. Aijaz Ali Khan Jatoi after the report was presented here and the Chairman at that time had not given his ruling. So, I would request that with the consent of the House you may be pleased and the House may be pleased to refer it back to the Committee to take a decision on it and report back to you whether that should be included or what should be done about that.

Mr. Deputy Chairman : I will be having no objection. I will ask for the views of the House.

پروفیسر خورشید احمد: میں اس کی تائید کرتا ہوں۔ کیونکہ ہم نے آپس میں اس معاملے میں مشورہ کیا تھا اور بلاشبہ اُن کا یوں شامل کر لینا قواعد و ضوابط کے خلاف ہے لیکن کمیٹی نے شروع سے اس بات کی کوشش کی ہے کہ تمام ساتھیوں کو ساتھ لے کر چلے۔ اختلاف یا اتفاق یہ پارلیمانی زندگی کا حصہ ہے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے کیونکہ وہ ہمارے بھائی سات میٹنگوں میں شریک نہیں ہو سکے تھے بر وقت

نوٹس بھی دیا گیا تھا اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ سومرو صاحب نے بڑا صحیح inetiative لیا ہے اور کمیٹی یہ چاہے گی کہ ہم ان کے نوٹ پر دوبارہ غور کر لیں اور کمیٹی اس معاملے میں جو مناسب سمجھے گی وہ کرے گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ محمد علی خان صاحب! آپ اس پر کچھ فرمائیں گے۔

جناب محمد علی خان: میں بھائی سومرو صاحب کا ہمنوا ہوں اگر یہ واپس کمیٹی کو ریفر کیا جائے تو ہم اس پر مزید بات کر سکیں گے اور کوئی اچھی صورت نکل آئے گی۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: میرے خیال میں اس کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ Sense of the House لیا جائے اگر ہاؤس اس بات کی اجازت دیتا ہے تو چیئر کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔

Syed Abbas Shah: Sir, I disagree with my honourable member Mr. Soomro because the report has been submitted and a convention is to be created in this House. So I do not think that we should break that convention. If a man has wilfully absented himself from such an important committee we would not allow anybody to play to the galleries and submit a report later on. This is may opinion and I oppose Mr. Soomro's proposal.

Mr. Deputy Chairman: Thank you. Let me put the question to the House. You want to say some thing Mr. Sartaj Aziz?

جناب سرتاج عزیز: پیر عباس شاہ صاحب ٹھیک کہہ رہے ہیں یہ روایت ہے کہ جب ایک دفعہ رپورٹ submit ہو جائے تو پھر اس کے اوپر مزید...... لیکن اس میں تھوڑی سی ترمیم کی ضرورت ہے جس وقت رپورٹ پیش ہو رہی تھی اس وقت اعجاز جتوئی صاحب موجود تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ میں اس پر Note of dissent دوں گا جو کہ تیار نہیں ہے تو وہ رپورٹ submit ہو گئی اور اس سلسلے میں روایات کو preserve کرتے ہوئے جو طریقہ کار ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی وقت بھی کمیٹی کسی بات، کسی Issue کو re-consider کر سکتی ہے اگر کوئی

Mr. Sartaj Aziz

نئے facts سامنے آجائیں تو

We should allow the Chairman of the committee or the committee to withdraw the repoort and resubmit it within as short a time as possible. In other words the committee would have a chance to deal with the note of dissent itself in its revised report which it did not have because the note of dissent was submitted later.

(interruptions)

جناب شاد محمد خان: ہمیں بھی تو کچھ کہنے دیں ۔

(مداخلت)

Mr. Deputy Chairman: I do not want to make a debate now out of this. I would straightaway put the motion to the House.

جناب شاد محمد خان: اپنے خیالات کا اظہار تو ہمیں کرنے دیں یعنی ایسی غلط روایت آپ ڈال رہے ہیں جو procedure کے خلاف .....

جناب ڈپٹی چیئرمین: اگر ہم اس پر debate کرائیں تو پھر پریذیڈنٹ کی تقریر پر کچھ نہیں کر سکتے۔ سیدھا سا معاملہ ہے۔ I'll put the mo ;or. سومرو صاحب اپنی موشن کو تحریری طور پر بھی دے دیں۔

Mr. Ahmed Mian Soomro: I move a motion that the note of dissent given by Senator Aijaz Ali Khan Jatoi, who was absent from the last few meetings of the Special Committee on the situation in Sindh, be referred to the said Special Committee for consideration and report to tl e Senate.

Mr. Deputy Chairman: The motion moved by Mr. Ahmed Mian Soomro is: "That the note of dissent given by Senator Aijaz Ali Khan jatoi, who was absent from the lost few meetings of the special Committee on the situation in Sind be referred to the Sind special Committee for Consideration and report to the Senate."

Mr. Deputy Chairman: The report stands submitted to the standing committee.

شکریہ اب اس میں پروفیسر خورشید صاحب کا نام ہے صدر صاحب کی تقریر پر..... نوابزادہ صاحب میرے سامنے جو لسٹ پڑی ہے آپ تقریر فرمانا چاہتے ہیں تو آپ فرمائیں۔

Further discussion on the President's Address.

نوابزادہ جہانگیر شاہ جوگیزئی : اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔
شکریہ چیئرمین صاحب صدر صاحب کی جو تقریر ہے میرے خیال میں بہت سالوں
کے بعد شاید ایسی پُرمغز ایسی بامقصد کسی ایک تجربہ کار اور ملک کے ہر نشیب و فراز سے
واقف شخص کی تقریر ہے۔ صدر صاحب نے اپنی تقریر میں جو جو نشاندہیاں کی ہیں۔
میرے خیال میں اس نے جو بھی کہا ایسے محسوس ہوا جیسے وہ ہمارے دل ہی میں تھا اور
لوگوں کو اس کا احساس تھا اور یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ اس وقت ہمارے ملک
کا صدر ایسی شخصیت ہے جو تجربہ کار بھی ہے اور صابر و متحمل مزاج بھی۔ صدر صاحب
نے جتنی بھی باتیں کی ہیں بعض دوستوں نے اس پر بہت کچھ کہا ہے۔ میں اس میں
خاص اضافہ تو نہیں کروں گا صدر صاحب نے شریعت بل کے متعلق شرعی قانون
کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا ہے یہ حقیقت ہے کہ پاکستان جس مقصد کے لئے
بنا تھا اس سے ہم کہیں دور جا رہے ہیں۔ ہم نے اسلام کا نام تو لیا مگر اسلام کے
لئے کچھ بھی نہ کیا حقیقت میں ہم وہ قوم ہیں جس پر کسی وقت بھی اللہ تعالےٰ عذاب
نازل کر سکتا ہے مگر یہ اللہ تعالےٰ کی وسیع رحمت ہے کہ اب تک ہمارے اتنے
بڑے جرم کو نظر انداز کرتے ہوئے اپنی کمال مہربانی سے ہم پر رحمت کر رہا ہے اور
اب تک وہ عذاب نہیں آیا جس کے ہم مستحق ہیں۔ پاکستان ہمارے سامنے
بنا ہے اور ہم نے اس کے لئے کام کیا ہے مجھے وہ دن یاد ہے سردار ہاشم خان موجود
ہیں، ہم ۲۸ جون کی رات کو نواب صاحب کے پاس گئے کہ کل صبح آپ نے اعلان
کرنا ہے نواب صاحب نے ایک بات کی کہ بیٹا آپ اسلام کے لئے بات کرتے
ہیں وہ سرخ پیاز ہے یہ سفید پیاز ہے مزہ ایک ہے مگر رنگ تبدیل ہے۔ ۴۰
سال کے بعد ہم نے پاکستان میں ایک چیز دیکھی کہ ہندوستان اور پاکستان کا
کوئی فرق نہیں ہے کس چیز میں فرق ہے ذرا بتائیں پھر اس ملک کو حاصل کرنے
کا ہمارا مقصد کیا تھا آج تک ہم یہ طے نہیں کر سکے کہ شریعت کیا ہے اسلامی نظام
کیا ہے مارشل لاء کے وقت میں اسلام کا تصور ایک چیز تھا جمہوریت میں اس کا

صور دوسری چیز ہے سیدھی سی بات ہے ہمارے قول اور فعل میں بڑا تضاد
ہے مجھے دکھ ہوتا ہے جب ہم بات کرتے ہیں کیونکہ میں ان باتوں کو نظر انداز نہیں
کر سکتا نہ سیاست کی لپیٹ میں لا کر خاموش رہ سکتا ہوں۔ آپ نے دیکھا پہلا
تضاد یہ دیکھیں کہ ہمارے لوگ مسلمان ہیں وہ قرآن اور دین کو ووٹ دیتے ہیں ہم
نے ملاؤں کو ووٹ دیا کہ وہ اسلام لائیں گے قرآن کے نام پر ووٹ دیا کہ اسلام
لائیں گے مگر اسلام کا لانا تو جدا بات ہے انہوں نے جو اپنا لیڈر منتخب کیا وہ نواب
بگٹی ہے اس کے کفر میں کیا کوئی شک ہے جو حوروں کو رنڈیاں کہتا ہے۔ ایک
مسلمان کے لئے اس سے زیادہ ذہنی کوفت کیا ہو گی لیکن ہمارے علماء اس کے
پیچھے ہیں۔ بتائیے ہم کس شریعت کو مانیں کس کے اوپر اعتبار کریں ہم کس کے
قول و فعل کی بات کر سکتے ہیں ہم کس کے اوپر اعتبار کر سکتے ہیں اگر ان میں تھوڑا سا
شریعت کا یا خدا کا لحاظ ہوتا تو علیحدہ بیٹھ جاتے کہ ہم اسلام کے لئے آئے ہیں کسی
سرکاری کرسی پر بیٹھنے کے لئے نہیں آئے ہیں ہم نے اسلام کو نافذ کرنا ہے اور اسلام
کون سی ایسی بڑی بات ہے کہ آج تک آپ ان کی تاویل نہیں کر سکے آج تک
آپ لوگوں کو بتا نہیں سکے کہ اسلام ہے کیا چیز؟ کس بات کو اسلام کہتے ہیں کس
نظام کو اسلام کہتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اسلام میں ڈکٹیٹر شپ ہے کوئی کہتا ہے کہ
اسلام تلوار کے ذریعے سے آیا ہے صرف نمازیں قائم کریں میں کہتا ہوں کہ اسلام
صرف یہ نہیں ہے۔ اسلام تین چیزوں کا نام ہے عقائد، عبادات، معاملات، اگر
معاملات کو حکومت نے قرآن و سنت کے مطابق نہیں کیا تو اس کے خلاف جہاد
فرض ہے۔

سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ یہ اسلامی مملکت ہے اور اسلامی مملکت جو ہوتی
ہے وہ فلاحی مملکت ہوتی ہے، اگر حکمران عوام کو فلاحی مملکت نہیں دے سکتے تو
یہ سمجھیں کہ یہ حکومت اسلامی نہیں ہے۔ اگر اسلامی حکومت ہونے کے باوجود
بھی وہ خدا کے قانون کے مطابق فیصلہ نہیں کرتی تو پھر اس ملک پر خدا کا غضب نازل ہو گا
پھر یہ حکومت اس قابل نہیں ہے کہ آپ اس کو ٹیکس دیں۔ اللہ تعالے نے صاف

فرمایا ہے کہ جو شخص اللہ کی دی ہوئی کتاب کے مطابق فیصلے نہیں کرتا وہ کافر ہے
دوسری جگہ پر ہے کہ وہ ظالم ہے، تیسری جگہ پر ہے کہ وہ فاسق ہے۔ ہم سب اسی
category میں ہیں۔

ہم دیکھیں کہ وہ کون سی باتیں ہیں مثلاً میں طلاق کر لیتا ہوں نکاح
کے بارے میں احکام قرآن شریف میں موجود ہیں، آپ انہیں نافذ کریں، اور ا
کی پاسداری کرنا گورنمنٹ کے اوپر لازم ہے۔ جہاں تک "قتل" جیسے فعل کا تعلق ہے
اس کے بارے میں اللہ تعالٰے نے کہا ہے کہ مدعی بخشتا ہے تو قاتل کو بخش د
یہ دیکھیں میرے پاس پڑا ہوا ہے (غالباً انہوں نے قرآن شریف کی طرف اش
کیا تھا)

قصاص اور دیت کے کیسوں میں ایک مجسٹریٹ کو اختیار ہے کہ وہ ملزم
۲۴/۲۵ سال سزا دے سکتا ہے، یہ کہاں کا انصاف ہے جو قوانین اسلا
کے نام پر بنائے گئے ہیں وہ بھی اس طرح کے ہیں۔ زنا اور حدود کے متعلق جو ق
مقرر کئے گئے ہیں، وہ کیا ہیں؟ اللہ تعالٰے کا تو حکم ہے کہ چار گواہ پیش کرو ا
چار گواہ ثابت کر دیں تو اسلام کے مطابق سزا ہے۔ آپ نے قانون تو بنا دیا
کہ ان کو سزا دی جائے مگر قصاص کی کوئی سزا نہیں ملتی ہے۔ پولیس پکڑ تو
ہے...... میں عرض کرتا ہوں کہ ہر شہری کو اختیار ہے کہ چار گواہ لے کر عدال
میں جائے کہ ہم نے یہ کام ہوتے دیکھا ہے، اگر وہ ثابت کر دیتے ہیں تو عدا
انہیں رجم کرے اور ثابت نہیں کر سکتے تو ان کو کذاب کہتے ہیں لیکن آپ
سارا معاملہ پولیس کے ہاتھ میں دے دیا ہے، پولیس جو چاہے کرے، یہ کہاں
انصاف ہے، یہ کہاں کا اسلام ہے۔ یعنی مارشل لاء کا قانون اس طرح سے آتا
وہی لوگ اس کی تعبیر دوسری طرح سے کر سکتے ہیں۔

اسی طرح وراثت کا قانون ہے، جو قانون خدا نے دیا ہے، اس کو آپ
کریں، حکومت کا کام ہے کہ وہ وراثت کے قانون کو نافذ کرے اور اس کی پا
کرے۔ اسلامی حکومت کا کام ہے کہ وہ طلاق اور نکاح کے نظام کو اسی طریقے
نافذ کرے جیسے قرآن میں ہے اور پھر دیکھے کہ اس کے تحت جو حدود مقرر کی گ

ان کو کوئی نہ توڑے ۔

اسی طرح سے زکوٰۃ ہے، ایک فرقہ دیتا ہے اور ایک فرقہ نہیں دیتا ہے، زکوٰۃ قرآن کا حکم ہے، آپ دیکھیں کہ اس وقت تک ہم نے ایک کام کیا ہے، یہ جو ایک سال کا عرصہ گزرا ہے، اس میں ہم نے ایک چیز دیکھی ہے۔ ہمارے ذہن میں اور عوام کے ذہن میں صرف ایک چیز آ رہی ہے کہ اس ملک کا کیا ہو گا اس ملک میں کیا ہو گا ۔ اور اس وقت کیا ہو رہا ہے، بجائے اس کے کہ آپ کوئی تعمیری کام کریں آپ نے لوگوں کے دلوں میں نفرتیں پیدا کی ہیں، نفرتوں کا ایک طوفان پیدا ہو رہا ہے، ہم ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے ہیں، ہر جگہ صوبائیت پیدا ہو رہی ہے، اس صوبے میں بھی جو پنجاب ہے جس کو ہم سمجھتے تھے کہ یہ پاکستان ہے جنہوں نے پاکستان کے لئے جانیں دیں، وہاں بھی صوبائیت جڑ پکڑ رہی ہے یہ چیز کیوں جڑ پکڑ رہی ہے ذرا اس کو دیکھئے، اس کا ذرا تجزیہ کیجئے ۔

جناب والا! حکومت چلانے کے لئے صلاحیتوں کی ضرورت ہوتی ہے، بیوروکریسی چلانے کے لئے عقل، تمیز اور صبر کی ضرورت ہے، دوسرے کو سننے کے لئے طاقت کی ضرورت ہے، ہم سمجھتے تھے کہ ہم وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے مارشل لاء اٹھایا گیا، ہم سمجھتے ہیں کہ ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہاں سے ایمرجنسی کو اٹھایا لیکن ہمیں ابھی تک یہ سمجھا جا رہا ہے کہ ہم باقیات میں سے ہیں...... ہم کون سی باقیات میں سے ہیں؟ اگر آپ باقیات کی بات کرتے ہیں، تو باقیات ۱۹۷۱ء سے شروع ہوتی ہیں ...... ہم کس کی باقیات ہیں؟ حالت یہ ہے کہ ہمارے ہاں بڑے سے بڑا آدمی جھوٹ بولتا ہے اور چھوٹے سے چھوٹا آدمی بھی جھوٹ بولتا ہے، ہم جھوٹ سنتے ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں ۔

جناب والا! جونیجو صاحب کی حکومت آئی تو ہم نے سوچا، جو بھی صاحب عقل اور دانش تھے۔ انہوں نے یہ سوچا کہ اس وقت تک مارشل لاء نہیں اٹھے گا جب تک کہ ہم اندر نہیں گھستے ہیں، چنانچہ ہم اندر گھس آئے، اور پھر اسی طور پر جونیجو صاحب نے اعلان کیا کہ مارشل لاء اور سول حکومت اب اکٹھے نہیں

چل سکتے اور یہی بات انہوں نے لاہور میں کہی۔ مارشل لا والے اس کو مان چکے تھے اور یہ کیوں مان چکے تھے اس لیئے کہ امریکہ نہیں چھوڑ رہا تھا وہ کہہ رہے تھے کہ ہم آپ کو اس وقت تک مدد نہیں دیں گے جب تک کہ آپ کے پاس democr acy نہ ہو، اور وہ اس قسم کی democracy بنانا چاہتا تھا کہ جو اس کے کہنے پر چلتی رہے۔ لیکن ایسا نہیں ہوا، اور ایسا کسی نے بھی نہیں دیکھا کہ جونیجو نے مارشل لا کے ساتھ رہنے کا کہا ہو بلکہ یہ کہا کہ "ہم اور مارشل لا اکٹھے نہیں رہ سکتے ہیں"..... پھر آپ نے دیکھا کہ ایک دم مارشل لا اٹھ گیا۔

اب اللہ کی شان دیکھیں کہ جب مارشل لا اٹھا تو سب لوگوں کو اجازت ملی کہ وہ جو چاہیں کہیں، اور اس میں محترمہ بے نظیر بھٹو بھی آتی ہیں، اس سے پہلے کبھی بھی پانچ پانچ گھنٹے کا طویل جلوس نہیں نکلا تھا۔ مگر جب یہ نکلے تو کسی نے بھی اس کو ایک کنکر تک نہیں مارا اور نہ ہی اسے روکنے کی کوشش کی، ہر کونے کھدرے سے سیاسی لوگ اٹھے، آزاد ہوا کے جھونکے آئے، جلوس نکلے، جلسے ہوئے کسی نے بھی ہنگامہ آرائی نہیں دیکھی، یہ تھا شرافت کا دور اور یہ موقع تین سال تک رہا۔ لیکن اس کو پسند نہیں کیا گیا، کیا وجہ تھی کہ اس حکومت کو توڑا گیا کون سی ایسی بات تھی جس کی وجہ سے اسے توڑا گیا اس وقت اسمبلی کو توڑنے کے۔ حالات کو دیکھیں اور آج کی charge sheet کو دیکھیں..... اس وقت کے جو صدر ہیں، ان کو دیکھیں کہ انہوں نے کہا کہ نہیں، اسمبلی نہیں توڑوں گا، توڑنے کی وجوہات تو ہیں لیکن اسے نہیں توڑوں گا..... کیوں نہیں توڑنا ہے؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک سال ہی حکومت کو ہوا ہے democracy میں سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ آپ تجربہ حاصل کرتے ہیں۔ آپ تجربہ حاصل کرتے ہیں، آپ یہاں بیٹھ کر ایک دوسرے کے نقطہ نگاہ کو سمجھتے ہیں، اور پھر اس کے ساتھ افہام و تفہیم سے مسئلے کو حل کرتے ہیں اور ایک سال کے بعد یا چھ مہینے کے بعد اسمبلی کو توڑ ڈالتے تو کیا فائدہ ہوتا۔ حالانکہ اس کا قانونی حق ان کو حاصل تھا لیکن سیاسی طور پر اور بصیرت کے لحاظ سے یہ فیصلہ غلط ہوتا۔

جناب والا! میں کس کس بات کو رووں، پاکستان کے بننے سے لے کر

اب تک کی ایک تاریخ ہے اور اس تاریخ کا میرے دل میں ایک، ایک کانٹا چبھا ہوا ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ پاکستان میں ایک شریعت بل جو ہے یہ فوری طور پر ملک میں شریعت نہیں دے سکتا کیونکہ عدالتوں کے ذریعے ہی یہ نافذ ہوتا ہے، اور یہ قانون آپ نے ہی پاس کرنا ہے۔ اس لئے کیوں نہ خود Legislation کریں۔ چنانچہ میں نے تعزیرات پاکستان کو Amend کر کے شریعت کے قانون کے مطابق ڈھالنے کا بل پیش کیا لیکن اس کو تین سال سے اس ہاؤس میں آنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ میں سمجھتا تھا کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنانے کے لئے میں نے ایک بل بنایا ہے اور جس سے یہ حقیقتاً اسلامی فلاحی ریاست بن سکے لیکن تین سال تڑپتا رہا کہ کس وقت اس کو اجازت ملے تو یہ سینیٹ میں admit کیا جائے مگر ایسا نہیں ہونے دیا گیا۔

میں آپ کو یقین سے کہتا ہوں کہ آپ کی فتح اور آپ کی خوشحالی اور آپ کی ترقی کا انحصار صرف اسلامی راستے پر چلنے میں ہی ہے، یہ کام جھوٹ سے، ایپسول سے اور دغا سے نہیں ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تاریخ بنائی ہے قرآن ہمارے پاس موجود ہے، آپ پوری دنیا میں دیکھیں کہ جو لوگ اللہ کے راستے پر چلتے ہیں وہ کامیاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ اگر تم مجھ پر ایمان لاؤ گے اور رسول کی پیروی کرو گے تو میں زمین و آسمان کی برکتیں عطا کر دوں گا۔ اور یہ برکتیں آپ پر کیوں نہیں ہوتی۔ یہ آپ پر ہوتیں مگر آپ کو یقین کامل نہیں ہے۔

آپ ذرا ہوڑوں کو دیکھئے کہ کہاں سے آ رہی ہیں، یہ کون سے ذرائع سے آ رہی ہیں۔ ہم ہی اللہ کی طرف سے اطمینان قلب اس لئے نہیں ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹے ہوئے ہیں۔

یہاں پر شریعت بل زیر غور ہے، اسے پاس کریں یا اگر آپ میں اسلام کو سمجھنے کی صلاحیت نہیں ہے تو اسے reject کر دیں، ختم کر دیں، اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس کے پاس کرنے سے قانونی طور پر اسلامی قانون نافذ ہو گا تو اسے پاس کرنے میں کیوں دیر کرتے ہیں، کیوں اس کو آگے نہیں لاتے ہو، ویسے تو آرٹیکل ۲۲۷ بھی اجازت دیتا ہے کہ آپ کسی قانون کو عدالت میں چیلنج کر سکتے ہیں،

عدالتوں میں ایسے قوانین کو چیلنج کرنے کے سلسلے میں بھی میں نے سوچا ہے، اس موضوع پر بھی میں نے کام کیا ہے، لیکن اس کے لئے پیسے کی ضرورت ہے، اس کے لئے قانون دانوں کی ضرورت ہے، اس کے لئے ٹائم کی ضرورت ہے، چھوٹی عدالتوں سے لے کر سپریم کورٹ تک کے مراحل اس میں آتے ہیں اور پھر کہیں جا کر قانون تبدیل ہوتا ہے تو کیوں نہ سیدھے طریقے سے، پانچ چھ ہفتوں میں، اس کو Legi ate کریں اور پھر اسے پاس کریں لیکن یہ سب کچھ تب ہی ممکن ہو سکتا ہے کہ اگر لوگوں کے دلوں میں واقعی اسلام کے لئے جگہ ہو یا وہ واقعی اس ملک میں اسلامی نظام لانا چاہتے ہوں لیکن جھوٹ سے، بہانوں سے ایک، دوسرے کو دھوکہ دینے سے، اسلام کا نام بار بار لینے سے کب تک، کام چلے گا.....خدا سے ڈریں، یہ کیا تماشا ہے۔

اب رہی یہ بات کہ ہماری اور ان کی مخالفت کیا ہے۔ دو آدمی آپس میں لڑ رہے ہیں اقتدار کے لئے ایک، وزیراعظم اور دوسرا وزیراعلیٰ، وزیراعظم کے پاس خزانہ ہے اور اس کے پاس رعایا کا پیسہ ہے۔ بتاؤ اس کے پیچھے جانے والے وہ کیا ہیں؟ بات یہ ہے کہ صوبے والے امن و امان قائم کریں تو یہ خود بخود گر جائیں گے۔ سیاسی جماعتیں اور لوگ کیا مانگتے ہیں لوگوں کو تو سیاسی معاملات اور اختیارات سے دلچسپی نہیں وہ تو چاہتے ہیں کہ گھر محفوظ ہوں، چوریاں، ڈکیتی، قتل بند ہوں۔ جب یہ جرائم بند ہوں گے تو خود بخود آپ کا نام پیدا ہوگا۔ آپ خدا کا قانون نافذ کریں تو آپ کی مدد کے لئے خدا کے فرشتوں کی تائید ہوگی۔ آپ پیسوں کے اوپر لڑ رہے ہیں اور اس کو استعمال کر رہے ہیں اور لوگوں کو خرید رہے ہیں۔ میں حکومتی لوگوں سے بھی کہتا ہوں کہ خدا کے لئے لوگوں کو منافق مت بناؤ، میں مسلم لیگی ہوں لیکن آپ کا ساتھ دوں گا اگر تمہارا رویہ ٹھیک ہے ہم تمہاری پارٹی میں کوئی عہدہ قبول نہیں کریں گے۔ لیکن جب آپ کوئی مخلوط حکومت بنائیں گے تو کوئی ادریات ہوگی۔ جب آپ مجھے خریدیں گے تو میرے ساتھ نہیں بلکہ قوم کے ساتھ برا کریں گے۔ آپ قوم میں بے ایمان اور رشوت خور لوگوں

کو لاتے ہیں وہ کیا کام کریں گے اور ہم جتنا جانتے ہیں تم نہیں جانتے۔ ہم نے
۴۲ سال تک سیاسی سروس کی ہے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ ہم سے بات کرو، ہم تو مقابلہ
کرنے والے لوگ ہیں کسی سے خوف زدہ نہیں ہم تو بگٹی وغیرہ کو بھی سامنے کہتے
ہیں کہ تو ہے کیا چیز؟ اس لئے میں آپ سے اور پوری قوم سے یہ کہتا ہوں کہ خدا
کے لئے اگر تم نے شریعت نافذ کرنی ہے تو پھر منافقت ختم کرو اور ترقی کے
لئے آگے جانے کے لئے اسے ختم کرنا ہوگا۔ جیسے اور کارخانے کے پرمٹ کے خیال کو
دل سے نکالو یہ کارخانوں کے پرمٹ کیوں اپنے ہاتھ میں رکھے ہیں۔ ماسوائے اس کے
کہ رشوت کے طور پر پرمٹ دیئے جائیں۔ یہ ملک کے ساتھ دشمنی ہے
اگر کوئی شخص ملک میں کارخانہ لگاتا ہے اس کی پیداوار بڑھانا چاہتا ہے تو
آپ اس پر قدغن کیوں لگانا چاہتے ہیں کہ ہماری مرضی کے بغیر تم نہیں لگا سکتے یہ
کس جگہ اور کہاں کا قانون ہے؟ یہ دشمن کا قانون ہو سکتا ہے لیکن اس
ملک کی لیڈر شپ کا نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ قرضہ لیتا ہے تو بنک سے
Feasibility report رپورٹ آتی ہے پیسہ وہ اپنا ذاتی لگاتا ہے تو اس میں
آپ کی اجازت کی کیا ضرورت ہے؟ آپ نے ایک پروڈکشن ڈویژن اور انڈسٹری
ڈیپارٹمنٹ بنایا ہے۔ مجھے پتہ ہے میں PIDC وغیرہ کہہ رہا ہوں۔ یہ تمام
چیزیں اپنے ہاتھ میں نہ رکھیں۔ اسلامی حکومت کی اول ذمہ داری یہ ہوتی ہے
کہ خدا کے قانون کو نافذ کرکے پھر اس کی پاسداری کرے۔ ہم میں سے ایک بھی
قابل نہیں، آپ کا چیف منسٹر، وہ ان ملا صاحب کی کتاب کے مطابق کافر
ہے۔ وہ گردن زدنی ہے۔ اچھا اب بتاتا ہوں کہ بگٹی کے ساتھ ہماری قبائلی کر
زمانے کی دوستیاں ہیں کیونکہ کسی زمانے میں نواب محمد خان کے قتل میں ساتھ
دیا تھا۔ ہم ان کی پاسداری کریں گے اور اس کا ساتھ دیں گے لیکن جہاں کفر ہو گا تو اس
کا ساتھ نہیں دیں گے۔ دین کی مخالفت کریں تو ملا کہتے ہیں کہ قرآن کو درست
دینا ہے اچھا چھوڑیں اس کو اس کا ایمان جانے۔ ابھی جو اس نے لاہور میں
بیان دیے کربلہ چوں کو جو پیغام دیا۔ دیکھو پاکستان کی بنیاد امت مسلمہ

کی امید ہے اس میں قومیت نہیں ہے بلکہ اس میں اسلامی حکومت ہے۔ اس میں اخوت ہے، اس میں نفرت نہیں ہے آپ نے قومیت کی بات کر کے بلوچوں کو اکٹھا کرنے کی ترغیب دی کیا مطلب ہے؟ باقی جو ہے کچھ بھی نہیں ہے۔ تم تو سرکار کی گدی پر بیٹھے ہو لہٰذا تمہاری نگاہ میں پٹھان، بلوچ، پردیسی پنجابی، سندھی سب ایک ہیں۔ اگر آپ نے سرکار کی پوسٹ پر بیٹھ کر یہ کہا تو غداری کی ہے۔ ہم قبیلے والوں کی ایک طاقت ہے میں ایک بات بتاؤں آپ نوٹ کریں۔ ملا صاحب آیا ہے قرآن کے اوپر قبائل کے ذریعے سے نہیں آیا ہے۔ اب ہمارے ایک آدمی کو محسود قبیلہ نے اغوا کیا تھا تو حکومت نے نہیں ہمارے نواب نے حکم دیا کہ محسودوں کو پکڑیں آخر کار چار ماہ کے بعد وہ آزاد ہوا۔ ملا صاحب کا کوئی کردار نہیں ہے اس میں، اس نے اتنی بات کی کہ کرسی سنبھال اور انشاءاللہ تعالیٰ جس نے خدا کے ساتھ غداری کی وہ بہت بے عزت ہو کر نکلے گا۔

آج کل کے دور میں بعض تعلیم یافتہ ایسے ہیں جو اسلام سے بددل ہیں اور ابھی بھی بگڑے ہوئے ہیں اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ آپ اسلام کا نام نہ لیا کریں اور بات کریں۔ کیوں نہ لوں، اسلام تو ایک سائنس ہے اسلام کو سمجھنے کے لئے آپ کو علم کی ضرورت ہے۔ اس کے مطابق عدالت کا ہر فیصلہ امن کے لئے ہوتا ہے لیکن لوگوں کے ذہن یہاں تک منتشر ہیں۔ وہ حیران ہیں کہ ہم کس کا ساتھ دیں؟ اب تو دونوں دیکھ لئے ہیں اس لئے دونوں بیٹھ کر پیار سے محبت سے حکومت کی غلطیوں کی نشاندہی کریں۔

بہرحال جناب صدر کی تقریر دو حصوں میں ہے ایک حصے میں انہوں نے نشاندہی کی ہے اور بالکل صحیح نشاندہی کی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم کو کچھ شرم اور غیرت ہے تو اس کی فکر کریں۔ دوسرے حصے میں انہوں نے سرکاری اعداد و شمار کا جو نقشہ پیش کیا ہے خدا کرے ایسا ہو اور ہونا چاہیئے۔ دراصل بات یہ ہے کہ ایک دوسرے سے ڈرے ہوئے

ہیں۔ اپنے آپ کو بچانے کے لئے سرکار کا خزانہ لٹایا جا رہا ہے اس کو آپ اگر تسلی دیں کہ کام کرو تو شاید خزانے پر بوجھ کم ہو اور خزانہ ضائع ہونے سے بچ سکے۔ یہ اصل میں پیپلز پروگرام ہے شروع ہوا جو ۵ نکاتی پروگرام سے مختلف نہیں ہے۔ مجھے دو تین سال ایک کروڑ روپے ملا۔ جن میں سے ۲۲ سکول پکے بنوائے ٹیوب، ویل اور دیگر ترقیاتی کام کروائے۔ پیپلز پروگرام پر ہم نے اعتراض کیا کہ یہ پیپلز پارٹی والے کھا جائیں گے کیونکہ جو آدمی آپ بناتے ہیں وہ سرکاری آدمی نہیں ہوتا۔ آپ بے شک ایسا کر سکتے تھے کہ پیسے دیتے پیپلز پروگرام کے لئے، اگر میں ہوتا تو میں یہ کرتا کہ کریں گے محکمے خود لیکن سکیموں کی نشاندہی کرے پیپلز پارٹی کے ورکرز کی منشا کے مطابق ہوگی تب یہ جا کر بات بنتی۔ لیکن پنجاب کے وزیراعلیٰ کو یہ ڈر لگا کہ ہماری حکومت خطرے میں ہے اور انہوں نے اپنے آپ کو بچانے کے لئے اپنے منصوبے شروع کئے۔ اب اس اکھاڑ پچھاڑ میں لوگوں کا کوئی کام نہیں ہو رہا۔ صدر صاحب نے بڑی اچھی نشاندہی کی اور اچھا مشورہ دیا۔ آپ کی خوش قسمتی ہے جو جب ضرورت ہو تو ہمارا مشورہ نہ سہی لیکن کم از کم صدر صاحب سے تو مشورہ کر لیا کریں وہ آپ کو غلط نہیں بتائے گا اس کا ایسا مزاج ہی نہیں کہ غلط بتائے نہ وہ خود غلط کام کرتا ہے نہ کسی کو بتاتا ہے یہ اُن لوگوں میں سے نہیں ہے جو غلط کام کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کو دھوکہ یا جھوٹ سے یا خالی پروپیگنڈے سے، خالی ریڈیو سے یا ٹی وی پروپیگنڈے سے ہم حالات کو سنوار نہیں سکتے۔ یہی آپ کا سندھ کا معاملہ ہے اس میں گناہ گار کون تھا؟ گناہ گار تھا مارشل لاء۔ یہ تمام چیزیں مارشل لاء کی پیدا کردہ ہیں۔ یہ تمام قصور مارشل لاء کے تھے۔ لیکن اب، مارشل لاء تو نہیں ہے چار سال ہو گئے۔ آپ، اس کو تسلیم کریں کہ چار سال ہو گئے، ہم باقیات میں سے نہیں ہیں۔ ہم نے مارشل لاء کے ساتھ تعاون نہیں کیا۔ میں سرکاری ملازم ہوتے ہوئے بھی مارشل لاء کے خلاف تھا۔ یہ ریکارڈ پر موجود ہو گا۔ جا کر پوچھیں۔ لیکن ہم

ملک کی خدمت کے لیے آئے ہیں جس وقت نیشنل اسمبلی توڑی گئی تو یہی
سینیٹ تھی جس نے آپ کو یا حکومت کو مجبور کر کے الیکشن کرائے۔ آپ سینیٹ
کے خلاف باتیں کرتے ہیں۔ یہ بات آپ کے لیے اچھی نہیں ہے۔ ہو گا کچھ نہیں
صرف بدمزگی ہو گی اور سیاسی آدمی بغیر وجہ کے بدمزگی نہیں پیدا کرتا لیکن
آپ کرتے ہیں۔ میں اللہ تعالے سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالے آپ کو اچھی
سوچ دے اور وہ سوچ یہ ہے کہ آپ مہربانی کر کے صدر صاحب سے ملاقات
کریں ہم جیسے بوڑھوں سے۔ ہم آئیں گے لیکن ملیں گے نہیں تم سے۔ یہ غلط بات
مت کرو تم مجھے کسی چیز کا لالچ دے لو گے۔ ہم آئیں گے۔ تو صرف ملک کی خاطر
آپ کو جب بھی تکلیف ہو ہم سے پوچھو ہم ہر بار ساتھ دیں گے۔ ملک کے لیے
کہیں سندھ میں گڑبڑ ہے ہم آپ کا ساتھ دیں گے بندوق اٹھا
کر ساتھ دیں گے لیکن ہمیں خرید نہیں۔ یہ بات غلط ہے۔ ہمیں
انگریز نہیں خرید سکا آپ کون ہوتے ہیں جو ہمیں خرید لیں گے۔ لیکن
پاکستان کے لیے ہم تیار ہیں۔ آپ آئیں۔ آپ نے سوال اٹھایا تھا کہ عورتیں
حاکم نہیں ہو سکتیں۔ لیکن جب لوگوں نے اس کو حاکم بنایا ہے تو ہم کیوں اس کا
انکار کریں۔ ٹھیک ہے آپ لوگوں نے بنایا ہے۔ اس کی جو اچھائی برائی ہو گی
سامنے آ جائے گی پھر اس کے بعد آپ ووٹ نہ دیں۔ اس کو تجربہ کرنے دو۔ آپ
بھی تجربہ حاصل کریں۔ اسلامی تاریخ میں پہلا موقع ہے۔ ایک عورت ایک
مظلوم عورت، آپ کے کندھوں پر آئی ہے پبلک نے اسے یہاں پہنچایا ہے۔
آپ نے ہی نے اس کو نہیں پہنچایا۔ نہ وہ کسی ریاست کی وارث تھی جیسا کہ
رضیہ سلطانہ تھی یہ آئی آپ لوگوں سے ہے۔ جب لوگوں نے مینڈیٹ دیا
ہے تو اب لوگوں کو کہیں کہ جو مزہ ہے تم چکھ لو وہ اس کے نیک و بد خود دیکھ لیں گے
ہم کیوں اتنی جلدی کرتے ہیں کہ اس کو خواہ مخواہ نکال دیں۔ ہم تمہارے ارمان
نکال دیں گے۔ اچھی طرح سے پرکھو، اچھی طرح سے جانچو۔ اچھی طرح سے
اس کو سمجھو۔ پھر اس کے بعد آئندہ کے لیے غلطی نہ کرنا۔ ملک ایک دن کے لیے
نہیں ہے۔ ملک ہماری آنے والی نسلوں کے لیے ہے۔ ان نسلوں کو آپ کیا
بتائیں گے۔ جھوٹ مت بولو۔ دھوکہ مت دو۔ خدا کے واسطے پاکستان پر رحم کرو۔ ان

الفاظ کے ساتھ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

پروفیسر خورشید احمد: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا بے حد ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے صدر محترم کے خطاب پر اظہار خیال کا موقع دیا۔ میں صدر محترم کے اس خطاب کو کئی پہلوؤں سے ایک تاریخی خطاب سمجھتا ہوں سب سے پہلے اس لئے کہ اس خطاب میں نہایت دیانت، فہم و فراست حوصلے اور Frankness کے ساتھ اس وقت کی سیاسی معاشی ملکی اور بیرونی صورت حال کا جائزہ لیا گیا ہے اور قوم کے سامنے تصویر کے دونوں رخ جیسا کہ صدر محترم انہیں دیکھتے ہیں رکھ دیئے گئے ہیں۔ اس پہلو سے یہ ایک عظیم دستاویز ہے اور اسے وہ اہمیت دی جانی چاہیئے جس کی یہ مستحق ہے۔ دوسرا جس پہلو سے اس کو میں ایک تاریخی دستاویز سمجھتا ہوں وہ یہ ہے کہ اس خطاب میں صدر محترم نے ہمیشہ کے لئے اس مسئلے کو واضح کر دیا کہ صدارتی خطاب کی ہمارے دستوری نظام میں کیا حیثیت ہے۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اس خطاب سے پہلے یہ بحث چلی تھی کہ آیا حکومت کی تیار کردہ تقریر کی صدر محترم نے صرف جگالی کرنی ہے یا صدر مجاز ہے اس بات کا کہ وہ اس آئینی تقاضے کو اپنی فہم و فراست کے مطابق پورا کرے۔

جناب والا! میں اس امر سے واقف ہوں کہ Westminister parliamentary system میں ملکہ کا خطاب، دراصل ملکہ کا خطاب نہیں ہوتا بلکہ وہ حکومت کی پالیسی اور حکومت کے کئے جانے والے آئندہ قانون سازی کے کاموں کی تفصیل بیان کرتی ہے۔ ہندوستان کے دستور میں صورت حال ذرا سی مختلف ہے۔ لیکن ہمیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے کہ پاکستان کے جس دستور پر ہم اس وقت عمل کر رہے ہیں وہ نہ Westminister model پر مبنی ہے اور نہ ہندوستان کے دستور کا چربہ ہے۔ یہ دستور اپنی کچھ خاص حیثیت رکھتا ہے۔ بلاشبہ ایک پارلیمانی فیڈرل کے نظام کا نقشہ پیش کرتا ہے لیکن اس میں تقسیم اختیارات اور توازن اقتدار کی ایک خاص سکیم ہے جس پر یہ مبنی ہے۔ اور اس سکیم میں نہ کلی اختیارات صدر کو حاصل ہیں اور نہ کلی اختیارات وزیراعظم کو حاصل ہیں جب امریکہ نے برطانوی ماڈل سے انحراف کیا بغاوت کی اور اپنا دستور بنایا تو انہوں نے بادشاہت ہی

نہیں بلکہ پارلیمانی رپبلیکن نظام سے ہٹ کر Presidential system کا نقشہ
بنایا اور اس کی بنیاد ریاست کے اہم آرگن یعنی انتظامیہ، مقننہ اور عدلیہ، ان
کے درمیان تقسیم اختیارات تھی تاکہ ایک ایسا توازن قائم کیا جا سکے جس میں کوئی
بھی کسی دوسرے کے اوپر اس طرح مسلط نہ ہو کہ جمہوری نظام کو خطرہ ہو سکے۔
اسی طرح خود پاکستان نے اپنے حالات اپنے تجربات کی روشنی میں ایک دستوری
نظام بنایا ہے اور خصوصیت سے ۱۹۷۳ء کے دستور میں جو مقام وزیراعظم کو
دے دیا گیا تھا، جو ایک ڈکٹیٹر کا مقام تھا، آج کے دستور میں وہ صورت نہیں
ہے۔ ایک نیا توازن قائم کیا گیا ہے۔ اس توازن کے بارے میں دو آراء ہو سکتی
ہیں۔ اگر اس دستور کے تحت اس میں کسی ترمیم یا تبدیلی کی ضرورت ہو تو
یہ بھی ممکن ہے۔ لیکن جس وقت تک یہ دستور ہمارا دستور ہے جس کا ہم نے
حلف اٹھایا ہے اس دستور میں جو توازن اختیارات قائم کیا گیا ہے اس کا
احترام ضروری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب کا یہ خطاب اس مسئلے کو حتمی
طور پر طے کر دیتا ہے کہ اس ملک میں اختیارات کے نظام میں صدر کا اپنا ایک
مقام ہے، وزیراعظم کا اپنا ایک مقام ہے۔ دونوں کی accountabili y ہے
اور جمہوریت نام ہی accountability کا ہے۔ دونوں میں سے کوئی بھی قانون سے
بالا نہیں ہے۔ دونوں دستور کے تابع ہیں۔ اور ان میں سے کوئی بھی اگر دستور
کے اس نظام سے ہٹ کر اپنے پاس کوئی ایسا اختیار حاصل کرنے کی کوشش
کرتا ہے جو دستور نہیں دیتا تو وہ دراصل دستور سے انحراف اور ملک میں
جمہوریت کے مستقبل کے لئے خطرہ پیدا کرتا ہے۔ اس لئے میں ان دونوں پہلوؤں
سے صدر محترم کے خطاب کو ایک تاریخی خطاب سمجھتا ہوں۔ انہیں ہدیہ تبریک
پیش کرتا ہوں اور اس بات پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ سینیٹ سے ان کی
وابستگی اور سینیٹ نے جو contribu ion اس باب میں کیا ہے اس کی
بنا پر ہم ان کے خطاب پر فخر اور خوشی محسوس کرتے ہیں۔

جناب والا! اب میں ان مسائل کی طرف آنا چاہتا ہوں جو اس خطاب
کا موضوع ہیں اور فطری طور پر جن پر خطاب پر بحث کے دوران گفتگو ہونا چاہئے

اس لیے کہ پارلیمانی روایات میں جو چند مواقع کسی پارلیمنٹ کو حاصل ہوتے ہیں ملک کے حالات کا جائزہ اور ملک کی حکومت کے اوپر احتساب کے لیے ان میں سب سے اہم تین ہیں، پہلا بجٹ کہ بجٹ نام ہے اس document کا جس میں حکومت کی پوری پالیسی زیر بحث آتی ہے لیکن بجٹ چونکہ صرف قومی اسمبلی میں پیش کیا جاتا ہے سینیٹ میں نہیں آتا اس لیے کہ سینیٹ بجٹ پر اس جنرل بحث سے محروم رہتا ہے جو کسی بھی حکومت کی پالیسی کو جانچنے پرکھنے، احتساب کرنے، اسے صحیح مشورہ دینے کے لیے ضروری ہوتا ہے دوسرا طریقہ vote of no confidence/censure motion ہمارے ہاں censure motion کو ایک عجیب و غریب چیز بنا کر پیش کیا جا رہا ہے حالانکہ جناب والا! پارلیمانی نظام میں censure motion جو ہے اس کے دو مقاصد ہوتے ہیں پہلا مقصد یہ کہ پارلیمانی نظام میں جس وقت بھی حزب اختلاف یہ محسوس کرے کہ حکومت اکثریت کی تائید سے محروم ہو گئی ہے تو اس کا یہ حق ہی نہیں اس کا یہ فرض ہے کہ وہ ایوان کے سامنے اس صورت حال کو لائے اور اگر حزب اختلاف اپنی اکثریت ظاہر کر سکے تو تبدیلی حکومت کا یہی طریقہ ہے جو جمہوریت میں جائز، صحیح اور مناسب طریقہ ہے censure motion کا دوسرا کام یہ ہوتا ہے کہ اگر اکثریت نہ بھی ہو.....

جناب ڈپٹی چیئرمین: میں معزز اراکین سے گزارش کروں گا کہ اگر تقاریر کو غور سے سنا جائے تو سب کو برابر کا موقع ملے گا اور اس سے ہو سکتا ہے کہ حکومت کی رہنمائی ہو میری گزارش یہ ہو گی کہ سب حضرات پروفیسر صاحب کی باتیں ذرا غور سے سُن لیں۔

پروفیسر خورشید احمد: میں آپ کا بے حد ممنون ہوں میں عرض کر رہا تھا کہ دوسرا مقصد censure motion کا یہ ہوتا ہے کہ حکومت کی عمومی پالیسی کو زیر بحث لایا جائے اس طرح ایوان کو اس بات کا موقع ملتا ہے کہ کارکردگی کا جائزہ لے سکے شکست و فتح سے بے نیاز ہو کر ایک ایسی اپوزیشن جو اتنی کم اقلیت میں ہو کہ حکومت کی تبدیلی کا کوئی امکان ہی نہ ہو وہ بھی vote of no confidence لاتی ہے اور اس لیے لاتی ہے کہ اس کے اوپر بحث ہو سکے یہ ایک بڑا ہی اہم موقع

ہوتا ہے اور جہاں تک مجھے یاد ہے پاکستان کی تاریخ میں موجودہ یا سابقہ کوشش سمیت ۲۶ مواقع ایسے ہیں جب کہ censure motion کسی نہ کسی شکل میں پارلیمنٹ کے سامنے آئی ہے لیکن جناب والا! سینیٹ میں یہ تحریک بھی نہیں آسکتی اس لئے سینیٹ کے پاس صرف ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ صدر کا خطاب اور یہ واحد موقع ہے جس میں کہ یہ ایوان ملک کی کل پالیسی، حکومت کی کل پالیسی پر بحث کر سکتا ہے اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑا اہم موقع ہے اور میں چاہوں گا کہ پوری دردمندی کے ساتھ نہایت ہی ٹھنڈے انداز میں حکومت کے غور و فکر کے لئے اس ایوان کے غور و فکر کے لئے اور پوری قوم کے غور و فکر کے لئے وہ بات رکھوں کہ اس سال میں ہم نے کیا حاصل کیا ہے بڑے بڑے مسائل کون سے ہیں اور آج بھی ان مسائل کو حل کرنے کے لئے ہم کیا کر سکتے ہیں۔

جناب والا! سب سے پہلا مسئلہ جو اس سال میں پیدا ہوا ہے اور جو میری نگاہ میں سب سے بڑا خطرہ ہے وہ یہ ہے کہ اس نئے دور میں آئین کے احترام، آئین کی پاسداری اور آئین کے بنائے ہوئے اداروں کے احترام سے سخت اغماض برتا گیا ہے جمہوریت اس بات کا نام نہیں ہے کہ ہم زبان سے بار بار جمہوریت جمہوریت الاپتے رہیں جمہوریت اس بات کا نام ہے کہ قانون اور دستور کا احترام۔ عوام نے جس کو جتنا اختیار دیا ہے جتنے اعتماد کا اظہار کیا ہے اس اعتماد کی حدود میں رہ کر وہ اپنے اختیارات کا استعمال کرے اور پارلیمنٹ اور عوام کے سامنے جواب دہ رہے وہ آزادیاں برقرار رہیں جن کی بنیاد کے اوپر بحث و گفتگو ہو سکے اس کے بغیر جمہوریت نہیں پنپ سکتی جمہوریت میں دستور کا احترام اس کا سب سے بنیادی اصول ہے لیکن جناب والا! مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ مرکزی حکومت نے برسر اقتدار آنے کے بعد سب سے پہلی جنگ اس ملک کے دستور کے خلاف شروع کی اور آٹھویں دستوری ترمیم کو خصوصیت سے ہدف بنایا میں نے ابھی یہ بات کہی کہ دستور اپنے اندر فراہم کردہ طریقے کے مطابق بدلا جا سکتا ہے وہ کوئی

صحیفہ آسمانی نہیں ہے لیکن ملک کا fundamental law ہے اور جب تک آپ کے پاس وہ اختیار وہ اکثریت حاصل نہ ہو جس کے ذریعے دستور میں ترمیم کی جا سکے، دستور جیسا ہے اسے قبول کرنا اور اس پر عمل کرنا یہ ضروری ہے لیکن ہمارے ہاں دستور کے خلاف اعلانِ جنگ کیا گیا دستور کی بے وقعتی دستور کو لوگوں کی نگاہ میں گرانے کی کوشش دستور کے خلاف ہر محاذ پر بات کرنا یہ وہ چیز تھی جس کے نتیجے کے طور میں جمہوریت کے لیے جس سازگار فضا کی ضرورت تھی وہ یہاں قائم نہ ہو سکی میں ایک بار پھر یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ آٹھویں ترمیم کے بارے میں اس ملک میں دو آراء پائی جاتی ہیں یہ ایک حقیقت ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ملک کا وہ دستور جس پر یہ نظام قائم ہے آٹھویں ترمیم اس کا ایک حصہ ہے جب آپ کو اتنی عوامی تائید حاصل ہو جائے کہ آپ اس میں ترمیم کر سکیں تو ضرور کیجیے لیکن اس کا سہارا لے کر دستور کے خلاف مسلسل جنگ یہ اس ملک میں جمہوریت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے اس لیے میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ ہم سب کو دستور کا احترام کرنا چاہیے اور دستور کے تحت تبدیلی کا جو راستہ ہے اس کی برابر کوشش کرنی چاہیے۔

جناب والا! دوسری چیز دستور کے تحت قائم کردہ چند ادارے ہیں ان اداروں میں سب سے اہم ادارہ پارلیمنٹ کا ہے لیکن میں بڑے دکھ کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ پارلیمنٹ کے دونوں ایوان سینیٹ اور قومی اسمبلی کے لئے جس احترام جس تعاون اور جس کارکردگی کی ضرورت تھی اس اعتبار سے حکومت کا ریکارڈ کوئی قابل فخر ریکارڈ نہیں ہے سینیٹ کو تو اس نے پہلے ہی دن سے اپنا حریف سمجھ لیا اور سینیٹ کے خلاف طرح طرح کے الزامات غلط بیانیاں کرنا وزرائے کرام سے لے کر کے پارٹی کے چھوٹے چھوٹے ذمہ دار افراد تک نے اپنا وتیرہ بنا لیا اور اس ایوان میں آ کر حکومت کے محترم وزراء کی یقین دہانیوں کے باوجود یہ جنگ اب تک جاری ہے ہمیں ان بیانات سے کوئی خطرہ نہیں۔ الحمد للہ یہ سینیٹ ملک کے قانون اور دستور کے مطابق وجود میں آئی ہے۔ اس نے جو بھی عزت حاصل کی ہے عوام کی نگاہ میں سے ملکی سے

بین الاقوامی طور پر وہ اپنی کارکردگی کی بنا پر حاصل کی ہے اپنے معیار کی بنیاد پر حاصل کی ہے اپنی خدمات کی بنیاد پر حاصل کی ہے کسی سے اس نے بھیک نہیں مانگی اور ہمیں کسی سے کسی سرٹیفیکیٹ کی ضرورت نہیں لیکن حکومت کو سمجھنا چاہیئے کہ اس نے جو محاذ سینیٹ کے خلاف کھولا تھا وہ دراصل دستور کے خلاف ایک محاذ تھا وہ پارلیمنٹ کے خلاف ایک محاذ تھا وہ جمہوریت کے خلاف ایک محاذ تھا اس کارکردگی کے ساتھ ساتھ جمہوریت کے بلند بانگ دعوے محض ایک دھوکہ ہیں، قومی اسمبلی کے بارے میں جناب میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں وہ پارلیمنٹ کا دوسرا معزز ایوان ہے اس کی عزت ہماری عزت ہے اس کی عزت سے پاکستان کی عزت ہے لیکن قومی اسمبلی کو کتنے دن کام کرنے کا موقع دیا گیا اپوزیشن وہاں پر مسلسل اس بات کی شکایت کر رہی ہے کہ کمیٹیاں اس طرح بنی ہیں کہ ان میں اپوزیشن کی آواز نہیں آرہی ہے۔ ایوان میں اپوزیشن کے سوالات، اس کی تحریکات اس کے Resolutions ان کو موقع نہیں دیا جا رہا اور حکومت کا حال یہ ہے کوئی نیا حقیقی قانون مکمل قانون اس پورے ایک سال میں دونوں میں سے کسی ایک ایوان میں حکومت نہیں لائی جزوی ترامیم جو آئی ہیں ان میں بیشتر وہ ہیں جو ordinance کے ذریعے آئی ہیں اور اس بارے میں خود صدر محترم کا یہ ارشاد میں آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں جس سے انہوں نے حکومت کو متوجہ کیا ہے۔ "قانون ساز ادارے اسمبلی سب کچھ کرتے ہیں سوائے قانون سازی کے گزشتہ برس جہاں بے شمار ordinance جاری کئے گئے وہاں پارلیمنٹ نے صرف چھ قوانین کی منظوری دی اور اس وقت تقریباً ۳۶ آرڈیننس پارلیمنٹ کی توجہ کے منتظر ہیں"۔ جناب والا! سینیٹ کے ساتھ ساتھ قومی اسمبلی کی عزت اس کی کارکردگی یہ بھی دراصل جمہوریت کے فروغ اور ترقی کے لئے ضروری ہے حکومت کا فرض ہے کہ وہ قومی اسمبلی کے معاملات پر توجہ دے لوگ وہاں شرکت کریں اس کے اجتماعات میں اپوزیشن کو اپنی بات کہنے کا موقع دیا جائے اور قانون سازی کے عمل کو تیز تر کیا جائے متحرک کیا جائے اس سے جمہوریت کا مستقبل وابستہ ہے۔

جناب والا! تیسرا Organ عدلیہ ہے۔ عدلیہ کے بارے میں اس وقت اس بحث میں نہیں پڑتا کہ ۱۹۷۳ء کے دستور میں جو ۵ ترامیم ۱۹۷۷ء سے پہلے کی گئی تھیں ان میں عدلیہ کا کیا حلیہ بگاڑا گیا تھا اور جس آٹھویں ترمیم پر آج زبان طعن دراز کی جا رہی ہے اس آٹھویں ترمیم سے عدلیہ کے کون سے چھینے ہوئے اختیار کو بحال کیا گیا ہے۔ بلاشبہ اس میں ابھی کچھ خامیاں ہیں جن کی اصلاح ہونی چاہیے لیکن جو بات میں کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ عدلیہ کے ذمہ دار افراد کو ملک کے وزیراعظم نے اپنے سیاسی delegation میں شریک کر کے عدلیہ کے اوپر جو اعتماد اس گئے گزرے دور میں بھی رہا ہے اسے مجروح کرنے کی کوشش کی گئی ہے پہلے سرحد کے چیف جسٹس کو اپنے ساتھ ترکی لے جایا گیا اس کے بعد چیف جسٹس آف پاکستان کو امریکہ کے سیاسی دورے میں شامل کیا گیا۔ اس کے بعد پنجاب کے چیف جسٹس کو برطانیہ کے سیاسی دورے میں شریک کیا گیا یہ چیز پاکستان کی تاریخ میں نہیں ہے دنیا کی تاریخ میں ایک عجوبہ ہے اس سے عدلیہ کے وقار کو نقصان پہنچایا گیا۔

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ ان تینوں بنیادی اداروں کے بارے میں موجودہ حکومت نے جو رویہ اختیار کیا ہے وہ مناسب نہیں انہیں اس پر دوبارہ غور کرنا چاہیے اور وہ رویہ اختیار کرنا چاہیے جس کے نتیجے کے طور پر اس ملک کے دستوری ادارے مستحکم ہوں، مضبوط ہوں، مؤثر ہوں اور وہ ملک کی جمہوری ترقی میں اپنا کردار مؤثر طور پر ادا کر سکیں۔ جناب والا! اس کے بعد بڑا اہم ادارہ پریس کا ادارہ ہے پریس کے بارے میں یہ بات کہی گئی کہ ہم نے اس کو آزاد کر دیا بڑا آپ کا کرم ہے لیکن جناب والا! میں یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت نے پریس کو وہ تحفظ فراہم نہیں کیا۔ پریس کو سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ وہ حکومت اور دوسرے تمام عناصر سے محض قوت کے استعمال سے محفوظ رہ کر آزادی کے ساتھ اپنی رائے کا اظہار کر سکے میں نے اور آپ نے سارے اخبارات کے اندر All Pakistan Newspapers Association کی طرف سے وہ اشتہارات دیکھے ہیں جن میں پریس کے اوپر پستول تانا گیا ہے یہ پستول اگر حکومت کی طرف

سے مانا گیا ہے اور کچھ عوامی سیاسی قوتوں کی طرف سے مانا گیا ہے تو یہ غلط ہے۔ پریس کو آزاد ہونا چاہیے بلاشبہ پریس اس ملک کے نظریے اور اخلاقی حدود کا پابند ہے لیکن اس کے بعد ان کا ضمیر ان کا اصل فیصلہ کرنے والا ہے اور اگر وہ قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں تو عدالتیں موجود ہیں ان کا سہارا لیا جائے لیکن State p wer or street power street terror دونوں کا استعمال rbitrarily غلط ہے اور یہ ذمہ داری حکومت کی ہے کہ وہ پریس کو تحفظ دے۔ جناب والا! پریس کے بارے میں یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ ہم اسے اپنی بات کو آزادی کے ساتھ پیش کرنے کے پورے مواقع دیں گے اور اس کے پریس ٹرسٹ کو توڑا جائے گا یہ وہ وعدہ تھا جو اس کے اپنے منشور میں موجود ہے لیکن ایک سال ہونے کے بعد پریس ٹرسٹ کو نہیں توڑا گیا اسے آزادی نہیں دی گئی اس لیے کہ ۳۶ اخبار آپ کے انگوٹھے تلے ہیں جس طرح آپ چاہتے ہیں آپ انہیں اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور یہ وہ چیز ہے جس سے پریس کو آپ قید رکھتے ہیں پریس کو آپ اپنے سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں یہ پریس کی آزادی کے خلاف ہے یہ پریس کے   کے خلاف ہے۔ پریس ٹرسٹ کو ٹوٹنا چاہیے اسے آزاد ہونا چاہیے اس پر حکومت کا کنٹرول ختم ہونا چاہیے۔ پھر جناب والا! میں آپ کو یاد دلاؤں گا کہ اخبارات کا نالہ سننا ہے کہ کاغذ کی

لگائی گئی اور مسلسل وعدوں کے باوجود اسے تبدیل نہیں کیا گیا اس کا نہ صرف پورے پریس کو خمیازہ بھگتنا پڑ رہا ہے بلکہ اس کے نتیجے کے طور پر Text Book Industry, statimery ان سب پر اثرات پڑ رہے ہیں۔

جناب والا! میں یہ بھی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چوتھا ادارہ جو پریس کا ہے اس کو بھی اس زمانے میں قانونی اور دستوری آزادیاں اور تحفظات حاصل نہیں ہیں جو ضروری ہیں۔ میں ریڈیو ٹیلی ویژن کی بات نہیں کرتا ہوں۔ اس لیے ریڈیو اور ٹیلی ویژن تو حکومت کی باندی ہیں انہیں جس طرح چاہے استعمال کیا جاتا ہے اور بڑا احسان قوم پر کیا گیا کہ ہم نے اپوزیشن کی خبریں دینا شروع کر دی ہیں لیکن بمشکل ۲ فیصدی وقت اپوزیشن کو دیا جاتا ہے جبکہ ۹۸ فیصد وقت جو ہے

Prof. Khurshid Ahmed.

وہ سرکاری پروپیگنڈے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی ایک بھونڈے انداز میں کہ سرکاری ملازمین تک کو ٹی وی پر لا کر اپنے مفید مطلب بیانات دلوائے جاتے ہیں اس کے بعد کل جب معلوم ہوتا ہے کہ وہ سب معاملہ فراڈ تھا تو خاموش ہو جاتے ہیں یہ پریس کے ساتھ بڑی زیادتی ہے میڈیا کے ساتھ بڑی زیادتی ہے یہ جمہوریت کے ساتھ زیادتی ہے میں چاہتا ہوں کہ یہ جو دستوری ادارے ہیں جمہوری ادارے ہیں جن کا تحفظ بہت ضروری ہے ان کی کچھ فکر ہونی چاہیئے۔

جناب والا! اس کے بعد میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں اس ملک میں ایک چیز ایسی ہے جو متنازعہ فیہ نہیں اور وہ یہ کہ یہ ملک اسلام کی بنیاد پر قائم ہوا ہے اسی بنیاد پر یہ باقی رہ سکتا ہے اور اسی میں اس کی ترقی اور استحکام کا راز ہے لیکن اسلام کے معاملے میں جو سرد مہری برتی جا رہی ہے اس کا سنجیدگی سے احتساب ہونا چاہیئے اسلام کے سلسلے میں قانون سازی کی ضرورت بھی ہے۔ اسلام کے سلسلے میں صحیح پالیسی اختیار کرنے کی بھی ضرورت ہے اسلام کے سلسلے میں قیادت کا کردار اور ان کا نمونہ اور اسلام کے سلسلے میں عوام کی تعلیم انہیں پورے طور پر اسلامی زندگی کے مطابق بنانے کی کوشش یہ تمام اس کے مختلف پہلو ہیں قانون سازی کو لیجیے شریعت بل جیسے صدر محترم نے بھی کہا ابھی تک معلق ہے میں اس کی پوری ذمہ داری حکومت پر نہیں ڈالتا ہم بھی اس کے ذمہ دار ہیں ہمارے علماء بھی اس کے ذمہ دار ہیں سیاستدان بھی ذمہ دار ہیں اور خود اپنے آپ کو بھی اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں سمجھتا بلاشبہ ذاتی طور پر میں نے اور سینیٹ کی اس کمیٹی نے اس مسودہ پر کام کیا تھا سنجیدگی کے ساتھ جان مار کر کوشش کی لیکن ہمیں اس سلسلے میں اس ایوان کی، حکومت کی، پوری قوم کی تائید کی ضرورت ہے اور خدارا اس بات کو یاد رکھیے اگر اس بل کے سلسلے میں ہم اپنا حق ادا نہ کر سکے اور وہ اسی طرح معلق رہا تو ہمیں دنیا اور آخرت دونوں میں اس کی جواب دہی کرنی ہوگی اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ اس معاملے میں ہمارا رویہ بیحد سنجیدگی کا ہونا چاہیئے۔

جناب والا! Council of Islamic Idiology کی رپورٹوں کے بارے میں

صدر مملکت نے متوجہ کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ یہ شرم کی بات ہے کہ دسمبر ۱۹۸۵ء میں یہ رپورٹیں پارلیمنٹ کے سامنے پیش ہوئی تھیں سینیٹ نے دو سیشن میں ان میں سے دو موضوعات پر بحث کی لیکن اس کے بعد سے آج تک یہ ایجنڈے میں تو شامل ہوتی تھی۔ لیکن پھر بھی ان پر گفتگو کرنے کی نوبت نہیں آتی، میں ابھی آپ کے سامنے اس سلسلے میں ایک مثبت تجویز رکھنا چاہتا ہوں کہ ہم کس طرح سے اس مسئلہ کو حل کر سکتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ سنجیدہ مسئلہ ہے اس پر ایوان کو، حکومت کو غور کرنا چاہیئے اور کوئی راستہ نکالنا چاہیئے، جناب والا! عریانی اور فحاشی کا ایک طوفان ہے جو ملک میں امڈ آیا ہے، اس میں ہمارے سینما، اخبارات اور جرائد، ہمارا ٹی وی، مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے بڑا ہی شرمناک گھناؤنا کردار ادا کر رہے ہیں، وہ اپنی ذمہ داریوں سے غافل ہیں لیکن ہم ان چیزوں کو نظر انداز نہیں کر سکتے، اس بات کی ضرورت ہے کہ اسلام نے ہمیں جو ثقافت دی، اسلام نے زندگی کی جن حدود میں ہمیں پابند کیا ہے، ہم ان کا پورا پورا احترام کریں اور میں صدر محترم کو ہدیہ تبریک پیش کرنا چاہتا ہوں انہوں نے بڑے اچھے انداز میں اس طرف متوجہ کیا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ یہ جملہ آپ کے سامنے repeat کروں جو انہوں نے کہا ہے:۔

"جب تک خواتین کی تعلیم کا بندوبست نہ کیا جائے اور انہیں معاشی تحفظ نہ دیا جائے اور قومی معاملات میں ان کی شرکت کو یقینی نہ بنایا جائے لیکن اس سلسلے میں منصوبہ بندی کرتے وقت اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے کہ اسلامی اقدار اور اپنی ثقافتی روایتوں کا پاس کیا جائے جو خواتین کے احترام، حیا، پاکیزگی اور وقار سے عبارت ہیں۔"

یہ ہے ہمارا تمدن، ہمارا وہ تمدن نہیں ہے جو ہندوستان، امریکہ، برطانیہ، فرانس اور تھائی لینڈ سے لا کر دکھایا جا رہا ہے، یہ ہمارا تمدن نہیں ہے، ہمارا تمدن، اپنا تمدن ہے، ہماری اپنی روایات ہیں، اور ہمیں انہی کے فروغ کے لئے کوشش کرنی چاہیئے۔

جناب والا! تعلیم اس کا دوسرا بڑا حصہ ہے، لیکن مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ملک کی تعلیمی پالیسی جو بڑی محنت سے بنائی گئی ہے، اور میں سمجھتا ہوں کہ

Prof. Khurshid Ahmed.

ملک کی تاریخ میں دو تعلیمی رپورٹیں سنگ میل ہیں، ایک نور خان رپورٹ اور دوسری وہ تعلیمی رپورٹ جو میرے بھائی اور ساتھی جناب محمد علی خان کی وزارت میں تیار کی گئی تھی اور جس کی روشنی میں ۷۹-۱۹۷۸ء میں نئی تعلیمی پالیسی مرتب کی گئی لیکن آج اس تعلیمی پالیسی کو بالکل ختم کر دیا گیا ہے اس تعلیمی پالیسی کو اس نظریہ سے کاٹ دیا گیا ہے، قومی زبان سے کاٹ دیا گیا ہے اور اس بات کی کوشش کی جا رہی ہے کہ تعلیم کے نام پر مغرب کی تہذیب کو، مغرب کے افکار کو مسلط کیا جائے اور وہ بھی ایسے انداز میں جس میں صرف نقالی ہے، مغرب میں کم از کم اجتہاد تو ہے ایجاد تو ہے، فکر کی آزادی تو ہے، یہاں یہ بھی نہیں ہے، جناب والا! یہ بہت بڑا خطرہ ہے اور ہم اپنی نئی نسل کو تباہ کر رہے ہیں۔

جناب والا! اسلام کے بعد میں جس بات کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ قانون، امن و امان، جان و مال اور آبرو کے تحفظ کا مسئلہ ہے۔ صدر مملکت نے اس طرف متوجہ کیا ہے کہ کوئی بھی مہذب معاشرہ جان و مال، عزت و آبرو کے تحفظ کے بغیر وجود میں نہیں آتا۔ اسلام کا اصول بھی یہی ہے اور خود مغرب کا اصول بھی یہی ہے۔ ارسطو نے بھی خود ایک مہذب حکومت کی جو تعریف کی ہے اس میں سب سے پہلے نکتہ یہ بیان کیا ہے کہ وہ اپنے شہریوں کے جان و مال اور عزت کا تحفظ فراہم کرے لیکن آج عالم یہ ہے نہ صرف یہ کہ ہم تحفظ فراہم نہیں کر رہے بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ ہمارے وزرا کرام competition فرماتے ہیں کہ زیادہ ڈاکے فلاں صوبے میں پڑ رہے ہیں میں کہتا ہوں کہ جہاں بھی پڑ رہے ہیں ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ جہاں بھی پڑ رہے ہیں وہاں اس بات کی کوشش ہونی چاہیے کہ انہیں ختم کیا جائے نہ کہ ہم اس معاملے میں مسابقت کرنے کی کوشش کریں۔ جناب والا! یہ حکومت ملک کو امن و امان دینے میں ناکام رہی ہے یہ ایک بہت بڑا سانحہ ہے اور اس بارے میں یہ بات کہوں گا کہ ہر جماعتی، علاقائی مفاد سے بالاتر ہو کر اس بات کی کوشش ہونی چاہیے کہ امن و امان کے قیام، جان و مال اور آبرو کے تحفظ کو اولین اہمیت دی جائے۔ اور میں یہ بات کسی فخر کے ساتھ نہیں بلکہ بڑی humility کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ میرے محترم بھائی احمد میاں سومرو کی صدارت میں سندھ کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی آپ، اس کا ایمانداری سے، سنجیدگی

سے اور بے لاگ جائزہ لیں، آپ دیکھیں گے کہ اس میں ایک ایسا مؤثر مربوط پروگرام پیش کیا گیا ہے کہ ہم اپنے گروہی اور جماعتی مفاد سے بلند ہو کر اس ملک کی خاطر امن و امان قائم کرنے کی کوشش کریں تو اس پر عمل کر کے آپ فی الحقیقت امن و امان قائم کر سکتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ امن و امان کے بارے میں اس حکومت کا ریکارڈ افسوسناک رہا ہے اور یہ ایک ایسی چیز ہے جس کا نوٹس لینا بہت ضروری ہے۔

جناب والا! صدر مملکت نے معیشت کے بارے میں بھی بات کی ہے اور یہاں میں سمجھتا ہوں اور میں بڑے ادب سے عرض کروں گا کہ صدر محترم نے حکومت کے اعلانات، خواہشات اور توقعات کو اصل حقائق کے مقابلے میں زیادہ اہمیت دی ہے اور آپ ان دو پیراگراف کو بار بار پڑھ لیں، میں نے ان کا بغور مطالعہ کیا ہے ان میں کسی حقیقی معاشی achievement کا کوئی ذکر نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس پہلو سے اس حکومت کا دامن خالی ہے، توقعات کا اظہار ضرور کیا گیا ہے اور ہم بھی ان توقعات کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن جب تک ان توقعات کے پیچھے صحیح معاشی پالیسی نہ ہو، مؤثر معاشی مشینری نہ ہو آپ ان توقعات کو پورا نہیں کر سکتے۔ ہمیں یہ خوشخبری سنائی جا رہی ہے کہ Investment Board نے اربوں کی سکیمیں approve کر دی ہیں، یہ بڑی خوشی کی بات ہے لیکن جناب والا! مجھے یہ بتایئے کہ actual investment کتنا ہوا ہے، کیا یہ ایک حقیقت نہیں ہے پرائیویٹ سیکٹر اور پبلک سیکٹر، دونوں کا investment ratio جو ہے، وہ آج نہ صرف ہندوستان بلکہ تھائی لینڈ اور سری لنکا سے بھی کم ہے۔ یہ شرم کا مقام ہے۔ محض sanction کر دینے سے معاشی ترقی حاصل نہیں ہوا کرتی۔ ہم سے کہا جا رہا ہے کہ ہم نے تو بڑا ایک economic discipline قائم کر لیا ہے۔ جناب والا! میں پوری ذمہ داری سے یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ نومبر ۱۹۸۸ء کے مقابلے میں آج ملک میں عام انسان کے لیے روزمرہ کی ضرورت کی چیزیں اس سے کہیں زیادہ مہنگی ہیں سرکاری اعداد و شمار میں بہت سارے گھپلے کیے گئے ہیں اور statistics کے ماہرین جانتے ہیں کس طرح حسب ضرورت شماریات کو متاثر کیا جاتا ہے بلکہ

Prof. Khurshid Ahmed.

ایک بہت بڑے statist 'ian پروفیسر باوے نے ایک بڑا دلچسپ جملہ کہا ہے
that there are three kind of lies i.e., lies, white lies and statistic. ہم
بد قسمتی سے اسی انداز کو اختیار کئے ہوئے ہیں، آج ملک میں سرکاری اعداد و شمار
کی بنیاد پر انفلیشن ریٹ دس اعشاریہ آٹھ فیصدی ہے جو پچھلے سال کے مقابلے
میں ۲۵ فیصدی زیادہ ہے اور حقیقی inflation rate جسے تمام معاشی ماہرین محسوس
کرتے ہیں کہ ۱۵ فیصدی سے ۲۰ فیصدی کے درمیان ہے لیکن ہمیں نوید دی جاتی
ہے کہ ہم نے بڑا economic management کر دیا ہے۔

جناب والا! شاہ خرچیوں کی مثالیں تو بے شمار دی جا سکتی ہیں، میں صرف
تین مثالیں دینا چاہتا ہوں، پہلی چیز یہ ہے اور اتفاق سے اس وقت میرے
پاس وہ کتاب نہیں ہے اور میں نے یہ لائبریری سے منگوانا چاہی مگر یہ لائبریری
سے issue ہو چکی ہے، لیکن میں ذمہ داری سے یہ کہتا ہوں کہ محترمہ بے نظیر بھٹو
صاحبہ نے اپنی کتاب "The way out" میں جناب جونیجو صاحب سابق وزیر اعظم
پر ایک چارج شیٹ لگائی اور اس چارج شیٹ میں یہ بات کہی کہ یہ کیا ستم ہے
کہ یہ غریب ملک ہے اور اس کا وزیر اعظم ایک بہت بڑا پولیٹیکل ڈیلیگیشن لے کر
برطانیہ، جرمنی کے دورے پر جاتا ہے، گیارہ دن باہر صرف کرتا ہے اور اتنے ملین
روپے اس پر خرچ آتے ہیں۔ جناب والا! مجھے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ موجودہ
وزیر اعظم نے بھی بعینہٖ اسی رویے پر عمل کیا ہے اور یہ تاریخ کی ستم ظریفی ہے
کہ انگلستان اور فرانس کا دورہ انہوں نے پورے گیارہ دن کا ہی کیا ہے اور
خرچہ اس سے زیادہ ہوا ہے جو جونیجو صاحب کے دورہ پر ہوا تھا۔

جناب والا! آپ کو معلوم ہے کہ پرائم منسٹر کے جہاز کی تزئین کے لئے تین کروڑ
روپیہ خرچ کیا گیا ہے، جناب والا! میرے پاس اعداد و شمار موجود ہیں، میرے
ہی ایک سوال کے جواب میں وزیر ہاؤسنگ نے یہ بات بتائی کہ سندھ ہاؤس
کو پرائم منسٹر کے زیر استعمال لانے کے لئے ۶۱ لاکھ ۶۳ ہزار ۸ سو پچاس روپے
(۶۱۶۳۸۵۰/-) خرچ کئے گئے ہیں۔ صرف اس کی تزئین کے لئے، کوئی نیا مکان
نہیں بنایا ہے، یہ خرچ اس لئے کیا ہے کہ وہاں وزیر اعظم رہ سکیں اور ان کو یہ

سہولتیں حاصل ہو سکیں۔ جناب والا! اس وقت پرائم منسٹر ہاؤس یا وزیر اعظم کا ہفتہ وار
خرچ، جو اس سے پہلے بالعموم دس بارہ ہزار روپے فی ہفتہ ہوا کرتا تھا۔
جناب والا! میں اُس غریب ملک کی بات کر رہا ہوں جس کی فی کس آمدنی اتنی ہے
جتنی ایک دن میں وزیر اعظم کے ho ıse-hold پر سرکاری اخراجات ہو رہے ہیں
کسی کے ذاتی وسائل سے نہیں سرکاری خزانے سے۔ جناب والا! میں اس غریب
ملک کی بات کر رہا ہوں جس کی آبادی کا اس وقت اڑتیس فی صدی
absolute poverty-line کے نیچے زندگی گزار رہی ہے۔ اس ملک میں جس کے
وزیر اعظم کو عوام کے لئے نمونہ ہونا چاہیئے اور ماضی میں جن کے گھر کا سرکاری ہفتے وار
خرچہ دس سے بارہ ہزار روپے فی ہفتہ ہوتا تھا اب اس کا خرچہ ساڑھے چھبیس ہزار
روپے فی ہفتہ ہے۔ جو اگر average لی جائے تو دس لاکھ روپے سے زیادہ
سالانہ صرف گھر کا جیسے دال چاول کا، چولھے گھر کا جس کو کہتے ہیں یہ ہے وہ خرچہ،
یہ ہے وہ نظام جس پر آپ چل رہے ہیں۔ اور آپ ہم سے کہتے ہیں کہ ہم نے
economic discipline قائم کیا ہم نے f nancial management قائم کیا ہے۔
خدا کے لئے حقائق کی آنکھ میں اتنی دھول نہ ڈالیئے۔ اسے کوئی تسلیم نہیں کرتا۔ اتنی
بات کہیئے جتنی تسلیم کی جاسکے۔ جناب والا! میں خارجہ امور کی جانب بھی چند
باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ محترم صدر صاحب نے ملک کی خارجہ پالیسی کے
بارے میں بڑی قیمتی باتیں کہی ہیں اور مجھے بھی اس کا اعتراف ہے کہ بحیثیت
مجموعی اگر اس دور میں اس حکومت کی کسی میدان میں اگر نسبتاً کارکردگی بہتر رہی
ہے تو وہ خارجہ پالیسی ہے میں یہ فیصلہ نہیں کر سکتا کہ اس کا کتنا کریڈٹ محترم
بھائی وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان کی ذات کو جاتا ہے اور کتنا حکومت
کو، یہ ان لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے خود طے کر لیں۔ لیکن اتنا میں concede
کرتا ہوں کہ بین الاقوامی معاملات نسبتاً بہتر رہے ہیں۔ لیکن مجھے یہ بات کہنے
دیجیئے کہ یہاں بھی چند پہلو ایسے ہیں جنہیں ہم نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ان میں سب
سے پہلی چیز یہ ہے کہ آتے ہی اس حکومت نے ہندوستان کے آگے ہتھیار
ڈالنے، اس کی بالادستی ماننے اور علاقے میں اُس کی hegemony تسلیم کرنے

Prof. Khurshid Ahmed.

کا جو راستہ اختیار کیا تھا اس کے آگے یہ سینیٹ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن گیا۔ پریس نے، ملک کی ساری سیاسی پارٹیوں نے حتیٰ کہ خود حکمران پارٹی میں بھی یہ آوازیں اٹھیں اور بالآخر یہ پریس رکا، ہمیں اب بھی شبہ ہے کہ حکومت کے کچھ عناصر ہندوستان کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے ہیں اور ذہنی طور پر علاقے میں اس کی بالادستی قائم کر چکے ہیں۔ لیکن یہ ملک کبھی ہندوستان کی بالادستی کو اس علاقے میں تسلیم نہیں کرے گا۔ ہم ایک آزاد ملک کی حیثیت سے علاقے کے تمام ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں برابری کی بنیاد پر، ایک دوسرے کی SOVERFIGNTY تسلیم کرتے ہوئے آزادی کے احترام کی بنیاد پر۔ اس سے ہٹ کر کے کوئی راستہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہندوستان کی نئی حکومت، ہمیں اس کو موقع دینا چاہیے کہ وہ اس رویے سے ہٹے جس پر کہ کانگریس کی حکومت عمل کرتی رہی ہے اور جس میں اس نے پاکستان کو اپنا ہدف بنایا ہوا ہے۔ ہمیں اسے موقع دینا چاہیے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہمیں محتاط بھی رہنا چاہیے اپنی تیاری پوری کرنی چاہیے اور اپنے جو قومی Issue ہیں ان کے بارے میں نہ صرف کوئی نرمی نہ دکھلائیں بلکہ ملک اور بین الاقوامی دونوں سطحوں کے اوپر جیسا کہ میں ابھی عرض کروں گا ایک ایسی خارجہ پالیسی اختیار کریں جس کے نتیجے کے طور پر جسے forward-loo ng policy کہتے ہیں تاکہ ہم حالات کو اپنے مقاصد اپنے مفادات اور اپنے نظریات کے مطابق لانے کے لئے ایک مثبت کردار ادا کر سکیں۔ آپ کو پتہ ہے کہ دنیا میں آج کس طرح حالات بدل رہے ہیں ان حالات کی تبدیلی سے ہم unaffected نہیں رہ سکتے۔ لیکن ہمیں ان سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ جن حالات کے بارے میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ نہیں بدلیں گے اب ان کو بدلا جا سکتا ہے۔ کسے اس بات کا پتہ تھا کہ ۱۹۸۹ میں ایسٹرن یورپ آزاد ہو جائے گا۔ رومانیہ کے بارے میں دو ہفتے پہلے کس کو علم تھا کہ کتنی نئی تبدیلیاں وہاں آ جائیں گی۔

میں سمجھتا ہوں جناب والا کہ افغانستان کے جہاد میں اور دس سالہ

مجاہدین نے جو روس کا مقابلہ کیا ہے اُس نے اس دَور کی تاریخ کو بدل دیا ہے یہ اس کا اثر ہے کہ روس جو ایک سپر پاور تھا اُسے اپنے اندرون اور بین الاقوامی معاملات پر نظر ثانی کرنی پڑی اور افغانستان سے روسی فوجوں کی واپسی پیش خیمہ تھی مشرقی یورپ میں آزادی کی لہر کے اُبھرنے کا، وہ ذریعہ بنی فلسطین میں آزادی کی تحریک کو تقویت پہنچانے کا، وہ ذریعہ بنی کشمیر میں ہندوستان کے ظلم اور ہندوستان کے سامراج سے آزادی حاصل کرنے کی لہر کا۔ یہ تمام development جن کو ہمیں اپنے سامنے رکھنا چاہیئے اور ہمیں اپنی خارجہ پالیسی کو اس کے مطابق بنانا چاہیئے۔

جناب والا! صدر صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ جمہوری حکومت کے آجانے سے امریکہ نے قرضے دینے میں فراخ دلی سے کام لیا ہے یہ صدر صاحب کی اپنی نیکی ہے جس کو وہ اس شکل میں دیکھ رہے ہیں جن لوگوں کی نگاہ عالمی سیاست پر ہے وہ یہ جانتے ہیں کہ امریکہ کی خارجہ پالیسی اور خود ecomic aid کی پالیسی اس کا کوئی تعلق اس سے نہیں ہے کہ کسی ملک میں جمہوریت ہے یا آمریت، امریکہ جس طریقے سے فلپائن میں ۲۰ سال تک مدد کر رہا تھا، امریکہ جس طریقے سے انڈونیشیا میں فوجی حکومت کی مدد کرتا رہا ہے، اس وقت پانامہ میں جو کچھ امریکہ نے کیا ہے دنیا بھر پہ آپ نگاہ ڈال کر دیکھ لیجئے اس کا کوئی اس سے تعلق نہیں ہے کہ کہاں جمہوریت اور کہاں آمریت ہے۔ وہ تو دیکھتا ہے کہ اُس کا مفاد کس میں ہے اس کی مفاد کی سیاست ہے۔ اور ہمیں اس چیز سے پریشانی ہوتی ہے کہ جس طرح یہ حکومت برسر اقتدار آئی جس طرح یہ آگے بڑھ رہی ہے۔ اور جو دلچسپی اس میں امریکہ نے لی، اور جس طرح امریکہ نے اس کو بیساکھیاں فراہم کیں۔ وہ کوئی فخر کی چیز نہیں وہ بڑی تشویش اور پریشانی کی چیز ہے۔

جناب والا! میں اب آپ کے سامنے چند تجاویز رکھنا چاہتا ہوں اور جس پر میں اپنی تقریر ختم کرنا چاہتا ہوں۔ صدر محترم کی تقریر اور سینیٹ میں اس پر بحث سے ہم کیا حاصل کر سکتے ہیں اور اس وقت وہ کیا کام ہے جو کیا جاسکتا

Prof. Khurshid Ahmed.

ہے جس سے ہم حالات کو بہتر بنا سکتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ بات کہنا چاہتا
ہوں اور پورے دلی اطمینان کے ساتھ کہنا چاہتا ہوں کہ گو ہمارا
تعلق مختلف پارٹیوں سے ہے اور ہمیں فخر ہے اُن پارٹیوں
کے اوپر، لیکن ہمیں سب سے زیادہ عزیز اسلام اور یہ ملک ہے اور ہماری
کوشش یہ ہے کہ ہم وہ راستہ اختیار کریں جس کے نتیجے کے طور پر اس ملک میں
استحکام آئے اور یہاں پر اسلام کو سربلندی حاصل ہو۔ اس لئے دو تجاویز ہم
پیش کر رہے ہیں وہ خالص اس مقصد کے لئے ہیں کہ یہ ملک ترقی کر سکے اور اسلام
اور جمہوریت کے راستے پر آگے بڑھ سکے۔ اس لئے جناب والا! سب سے پہلی
ضرورت حکومت اور اس کے ساتھ ساتھ اپوزیشن لیکن خاص طور پر حکومت کے
رویے کی تبدیلی ہے حکومت کو یہ بات سمجھنی چاہیئے کہ اسے عوام نے محدود اختیار دیا
limited mandate اسے حاصل ہوا ہے۔ اسے کوئی absolute mandate حاصل
نہیں۔ اور اسے اس limited mandate کے دائرے میں رہ کر اپنی ذمہ داریاں ادا
کرنی چاہییں۔ اگر وہ اس دائرے میں رہ کر ذمہ داریاں ادا کرے گی تو مجھے یقین
ہے کہ اپوزیشن بھی احتساب کا اپنا حقیقی کردار ادا کرے گی اس پر کوئی
compromise نہیں ہوگا لیکن اگر حکومت اس limited mandate سے آگے بڑھ
کر دوسرے کے حقوق پر ہاتھ ڈالے گی دستوری اداروں کو پامال کرنے کی کوشش
کرے گی اور ایسی پاور arrogate کرنے کی کوشش کرے گی جو اسے حاصل نہیں
ہے تو اس کا راستہ روکا جائے گا۔ اس معاملے میں اس کے ساتھ کوئی نرمی نہیں
برتی جائے گی۔ اس میں سب سے پہلی چیز ہیں اپنے رویے کو بدلنا ہے اور
رویے کو تبدیل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ تسلیم کیجئے کہ محدود اختیارات آپ
کو حاصل ہیں اور ان اختیارات کے اندر آپ کو پورا موقع ملنا چاہیئے اپنی بات
کرنے کا اور اسی طرح جو اختیارات حاصل ہیں پنجاب کی حکومت کو، بلوچستان
کی حکومت کو، تو ان کو پورا پورا موقع ملنا چاہیئے کہ وہ دستور کے اندر رہ کر کے
اپنا کام انجام دے سکیں۔ ان کو de-stablize کرنا، ان کو گرانے کی کوشش
کرنا، ان کو وسائل فراہم کرنے سے روکنا، یہ تمام چیزیں دستور اور قانون کے خلاف

ہیں۔ اگر آپ نے یہ رویہ اختیار کیا تو لازماً آپ پر بھی یہ rebound کرے گا۔ لیکن اگر آپ بہتر مثال پیش کریں گے تو اس کے بعد دوسری طرف سے بھی انشاء اللہ تعاون ہی کا ہاتھ آپ کو ملے گا۔ اس میں سب سے پہلی چیز رویے کی تبدیلی ہے۔

دوسری چیز جناب والا! یہ ہے کہ صوبوں کے ساتھ جو محاذ آرائی ہے اسے ختم ہونا چاہیے اور اس بارے میں، میں تین چیزیں specific کہنا چاہتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز پیپلز ورکس پروگرام، جس کے بارے میں صدر صاحب نے بھی یہ بات کہی کہ خواہ اس کے مقاصد اچھے ہوں لیکن اس کو نافذ کرنے کا جو طریقہ اختیار کیا گیا ہے اس نے اس ملک کو ایک آئینی بحران سے دوچار کر دیا ہے اور اس کی پوری ذمہ داری مرکزی حکومت کی پالیسی کے اوپر ہے۔ اسے اس محدود مینڈیٹ کی روشنی میں اگر فی الحقیقت کوئی پبلک پروگرام چلانا ہے تو اس کا واحد راستہ یہ ہے کہ صوبے اور مرکز مل کر کے ایک پروگرام بنائیں اور اس پروگرام کی تکمیل کا راستہ صوبائی حکومتیں ہوں۔ منتخب نمائندے ہوں منتخب ادارے ہوں بلا لحاظ ان کی پارٹی وابستگی کے اور اس پروگرام کو ایک خاص پارٹی کو مضبوط کرنے، اس کے کارکنوں کو نوازنے، اُسے ووٹنگ کے لئے کل کی فضا سازگار کرنے کے لیے استعمال کرنا دستور کے خلاف ہے قانون کے خلاف ہے اسلام کے خلاف ہے اخلاق کے خلاف ہے اور حکومت کے اس بنیادی اصول کے خلاف ہے کہ وہ پیسہ جو ٹیکس سے آیا ہے اس پیسے کو آپ صرف اسی طریقے سے خرچ کر سکتے ہیں جو آئین میں expenditure process کا دیا گیا ہے۔

دوسری چیز، جناب والا! زکوٰۃ اور عشر آرڈیننس میں جو تبدیلی کی گئی ہے اسے واپس لیا جائے اور جو اس کا اصل نظام ہے اسے بحال کیا جائے۔ زکوٰۃ ایک عبادت ہے۔ زکوٰۃ کا پیسہ ایک امانت ہے۔ وہ ٹیکس نہیں ہے۔ اسے صرف ان مستحقین تک پہنچنا چاہیے جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا مستحق قرار دیا ہے۔ اور اس کا وہ راستہ اختیار کرنا چاہیے جو نظام اس کے

لیے بنایا گیا تھا۔ اور تیسری چیز میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب بینک کے خلاف جو اعلانِ جنگ کیا ہوا ہے اور اس بینک کو ناکام بنانے کے لیے جو اوچھے ہتھیار مرکزی حکومت مرکزی بینک اور مرکزی فنانشل ادارے استعمال کر رہے ہیں، اسے ختم ہونا چاہیے۔ یہ بینک دستور کے مطابق قائم ہوا ہے۔ فیڈرل لسٹ آئٹم ۲۸ میں صاف الفاظ میں لکھا ہوا ہے اور دستور بنانے والوں کی منشا یہ تھی کہ اس ملک میں جو فنانشل سسٹم مستقبل میں کام کرے گا اس کا ایک حصہ مرکز کے ہاتھ میں ہو گا۔ ایک حصہ صوبوں کے ہاتھ میں ہو گا۔ یہ ایک معروف چیز ہے۔ امریکہ میں جائیے وہاں فیڈرل سسٹم ہے۔ فیڈرل بینکوں کے ساتھ ساتھ فرسٹ بینک آف نیویارک موجود ہے۔ فرسٹ بینک آف فلوریڈا موجود ہے فرسٹ بینک آف کیلیفورنیا موجود ہے۔ فرسٹ بینک آف واشنگٹن موجود ہے یہ سارے کے سارے وہ بینکس ہیں جو Originate ہوئے ہیں states کے اندر۔ انگلستان میں تو unitary system ہے۔ فیڈرل سسٹم بھی نہیں ہے۔ لیکن وہاں بھی بینک آف سکاٹ لینڈ موجود ہے اور بینک آف سکاٹ لینڈ کو سکاٹ لینڈ میں کرنسی جاری کرنے کا بھی اختیار حاصل ہے۔ اور اس سے نہ مرکز کمزور ہوا۔ نہ فنانشل استحکام اس کا متاثر ہوا اور نہ کوئی اور چیز واقع ہوئی۔

جناب والا! ذرا حقائق کو دیکھ کر چلیے، اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ Financial resources صوبے میں generate ہوں گے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر صوبے میں قائم کریں۔ بلوچستان میں قائم کیجیے، سندھ میں قائم کیجیے، سرحد میں قائم کیجیے۔ آپ کو پتہ ہے کہ صوبے اس سے پہلے کتنا مطالبہ کرتے رہے ہیں۔ جو آپ کے پانچ مرکزی بینک ہیں۔ آپ کے بڑے بڑے DFI's ہیں۔ ان سب کے مراکز کراچی میں ہیں۔ میرا تعلق بھی کراچی سے ہے۔ میں نے بھی اس بات کو بہت پسند نہیں کیا کہ ان کے ہیڈ آفس وہاں سے منتقل ہوں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ایک راستہ یہ ہے کہ صوبوں میں بینک قائم کیجیے۔ ان کے ہیڈ کوارٹرز صوبوں میں ہوں گے۔ ان کی پالیسی وہاں بنے گی۔ اس کا فائدہ صوبوں کو پہنچے گا اور صوبے مضبوط ہوں گے۔ ملک مضبوط ہو گا۔ نیز جو نئے فنانشل ادارے آپ

قائم کریں۔ ان کے ہیڈ آفس آپ دوسرے صوبوں میں بھی قائم کریں۔ ان کو کسی ایک جگہ Concentrate کرنا صحیح نہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ تین اقدام اگر مرکزی حکومت کرے تو اس کے نتیجے میں دستور کے احترام کی اور مرکز اور صوبوں کے درمیان تعاون کی فضا بہت اچھی بن سکتی ہے۔

جناب والا میری تیسری تجویز یہ ہے کہ قانون اور امن کے قیام کے لئے حکومت کو اپنی پارٹی کے مفاد سے بلند تر ہو کر اور ملک کی ساری سیاسی جماعتوں کو اپنے ساتھ ملا کر ایک ہمہ گیر مہم اختیار کرنی چاہیئے۔ یہ ہمارا پرابلم نمبر ا ہے۔ اگر کراچی میں بدامنی ہے، حیدرآباد میں بدامنی ہے، پنجاب میں بدامنی ہے تو یہ ہم سب کا مشترک مسئلہ ہے۔ اس ملک میں ایک شہری کی جان بھی اگر ناحق جا رہی ہے تو ہم سب اس کے لئے جواب دہ ہیں۔ اس لئے میں یہ تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں کہ جماعتی سیاست سے بلند ہو کر امن وامان کے قیام کے لئے ایک ہمہ گیر پالیسی اختیار کی جائے یہ کہ محض پارٹی کے کارکنوں کو تحفظ دیا جائے یہ طریقہ بالکل غلط ہے کہ اگر پارٹی کے کسی شخص نے ڈاکہ ڈالا ہے تو آپ کا وزیر یا وزیر اعلیٰ اس کو اپنے گھر میں پناہ دے۔ آپ کا وزیر اسے تھانے سے چھڑا کر لائے اگر کسی دوسرے گروپ نے یہ کام کیا ہے تو اس کے نتیجے کے طور پر آپ یہ کہیں کہ ان کی سات نسلوں کو کولہو میں پلوادو۔ مجرم جو بھی ہو جس گروہ سے ان کا تعلق ہو اس کی گرفت کیجئے قانون کو ایمانداری کے ساتھ انصاف کے ساتھ سب پر لاگو کیجئے۔ کیا ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف حیدرآباد میں سات جانیں ضائع ہوتی ہیں اور اگر اخبارات کی رپورٹ صحیح ہے تو وزیر اعلیٰ وزیر اعظم کو اطلاع دیتا ہے کہ سب مرنے والوں کا تعلق صرف ایک Ethnic group سے ہے۔ نام لے کر اور اس کے بعد جہاز لیتا ہے اور ملک سے باہر چلا جاتا ہے۔ اور جب تحقیق ہوتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ سات مرنے والوں میں سے تین کا تعلق ایک گروپ سے ہے دو کا دوسرے سے ہے دو کا تیسرے سے۔ جب ایسی رپورٹس آپ دیں گے۔ اس طرح خود آپ آگ لگائیں گے اور جلتی پر تیل ڈالیں گے۔ اس طرح امن وامان قائم نہیں ہو گا۔

جناب والا! میں چاہتا ہوں کہ امن وامان کے قیام کے لئے ایک نیشنل پالیسی National consensus کے ساتھ چاہے وہ پیپلز پارٹی کی حکومت ہو چاہے وہ آئی جے آئی کی حکومت ہو، مرکز میں ہو یا صوبوں میں ہم سب کے تعاون سے اختیار کریں اور فی الحقیقت لوگوں کے جان ومال کو تحفظ دیں۔

جناب والا! میری تیسری تجویز یہ ہے کہ اسی سیشن میں پرائیویٹ شریعت بل سینیٹ منظور کرے۔ تاکہ جو بوجھ ہم پر ہے اسے ہم پورا کر سکیں اور پھر ہم توقع رکھتے ہیں کہ قومی اسمبلی بھی اس کو بہت جلد پاس کر کے اس قوم کو کم از کم ایک مناسب قانون فراہم کرے گی۔ چوتھی تجویز جناب والا! میری یہ ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی جو رپورٹس ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۵ رپورٹس ہیں اور اگر اب ہم نے ان پر بحث شروع کی تو شاید ہم کم از کم اس tenure میں اس کام کو پورا نہ کر سکیں۔ جناب چیئرمین! میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ جس طرح ہم نے سندھ کے معاملات کے لئے کمیٹی بنائی تھی اسی طریقے سے سینیٹ کی سپیشل کمیٹی تشکیل دی جائے جو تین ماہ کے اندر اندر ان رپورٹس کا مطالعہ کرے۔ ڈسکس کرے اور اس کے بعد ان میں سے دو چیزیں نکال کرے آئے۔ نمبر ایک یہ کہ ان کی بنیاد پر کون کون سے قوانین بنائے جا سکتے ہیں اور قوانین کو متعین کر کے ان کا ڈرافٹ تیار کر لیا جائے۔ اور نمبر دو یہ کہ ان رپورٹس کی روشنی میں گورنمنٹ کے لئے policy guide line کیا مرتب ہوتی ہے اور ان guide lines کو مرتب کر کے سینیٹ کے ایک resolution کی شکل میں پاس کر دیا جائے۔ یہ دو کام ہم کر سکتے ہیں اگلے چھ مہینے کے اندر اندر۔ اگر ہم کوئی ایسی کمیٹی بنا دیں جو تین مہینے کام کر کے ان تمام کا مطالعہ کر کے لے آئے تو پھر جب رپورٹ پر ڈسکشن ہوگی تو اس رپورٹ پر ڈسکشن کے دوران ممبران اصل رپورٹ پر بھی ڈسکشن کر سکتے ہیں۔ لیکن اس طرح ہم چھ مہینے کے اندر اندر قانون سازی اور پالیسی سازی کے لئے guide lines قوم کو دے سکتے ہیں۔

جناب والا! میری پانچویں تجویز یہ ہے، یہ ذرا نازک مسئلہ ہے لیکن میں چاہتا ہوں کہ اس پر بھی کھل کر بات کی جائے اور وہ یہ ہے، صدر محترم نے بھی یہ بات کہی ہے اور ایک ہی جملے میں انہوں نے پوری بات کہہ دی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں نے صاف ستھری سیاست

پر زور دیا تھا مگر پولیٹیکل سٹا ک ایکس چینجز اینڈ ہارس ٹریڈنگ ہماری سیاسی
لغت کی اصطلاحیں بن گئی ہیں۔ جناب والا! دوسری چیز جس کے بارے میں
corr ion کے بارے میں کمیشنوں کے بارے میں جو چیز زبان زد خاص و عام ہے -
میں یہ بات نہیں کہہ رہا کہ کون سی چیز ثابت ہے کون سی ثابت نہیں۔ لیکن یہ ایک
حقیقت ہے اور اس معاملے میں صرف ملکی اخبارات ہی نہیں، میں ابھی باہر سے
آرہا ہوں اور اس حکومت کے ایک سال ہونے پر دنیا بھر کے اخبارات میں
خصوصیت سے گارجین نے ٹائمز ، انٹرنیشنل ہیرالڈ ٹریبون، واشنگٹن
پوسٹ، فنانشل ٹائمز independently ان تمام نے جو auditorial لکھے ہیں یا
مضامین شائع کیے ہیں ان سب میں دو باتیں آئی ہیں۔ ایک یہ کہ اس سال میں
حکومت کی competency کے بارے میں جو امیدیں تھیں وہ پوری نہیں ہوئیں۔
بحیثیت مجموعی ایک incomp etants حکومت رہی ہے۔ لیکن دوسری بات جو
اس سے بھی زیادہ اہم ہے وہ ہے کرپشن، اب کرپشن کی بات ملک میں
ملک کے باہر بڑی اونچی اونچی سطح پر ہو رہی ہے اور جناب والا! اگر آپ مجھے ایک
منٹ اجازت دیں تو میں آپ کو بتاؤں کہ Sir Ever, jenings کی کتاب
Cabinet Government جو ہے اس میں سب سے پہلا جملہ جو ہے وہ یہ ہے -

"the most elementary qualificat'on demanded of a Minister is honesty and incorrup'ibility"

وہ لائق ہو یا نہ ہو یہ دوسرے درجے کی بات ہے لیکن پہلی چیز یہ ہے کہ اس کی
honesty and incorruptib'lity مسلم ہو اگر یہ چیز مجروح ہو جاتی ہے تو پھر کوئی حکومت
اس لائق نہیں رہتی کہ اس کا وقار ملک میں یا ملک کے باہر برقرار رہے۔ اور جناب والا! 1
آج آپ جہاں بات کریں، آپ اسے پسند کریں یا ناپسند کریں بات پہنچ
جاتی ہے فلاں وزیر تک یا کسی کے شوہر تک کسی کے خسر تک اور ان معاملات
پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔ ابھی پچھلے دنوں "ڈان" میں ایک مضمون ایاز میر کا آیا
تھا جس نے لکھا تھا کہ میرے ٹیلی فون نمبر اور پرائم منسٹر ہاؤس کے ٹیلی فون نمبر میں
صرف ایک نمبر کا فرق ہے۔ وزیر اعظم ہاؤس کے نام پر جو ٹیلی فون میرے پاس

[Prof Khurshid Ahmed]

آتے رہتے ہیں وہ کس کس کے ہیں اور ان میں کس قسم کی بات ہوتی ہے اور ان میں کس کو پوچھا جاتا ہے رسائی کس تک حاصل کی جارہی ہے کیا کیا جائے اس میں پردہ نشینوں کے نہیں ان لوگوں کے نام ہیں جن کے لیے پردے کے کوئی احکام نہیں ہیں ان حالات میں جناب والا! اس بات کی ضرورت ہے کہ حقائق معلوم ہوں آپ کو پتہ ہے کہ سٹیٹ بینک کے گورنر سے کہا جاتا ہے کہ تم فلاں فلاں کو APPOINTMENT دے دو وہ کہتا ہے کہ رولز میں گنجائش نہیں ہے تو اسے چھٹی پر بھیج دیا جاتا ہے سٹیٹ بینک کا گورنر جس کی حیثیت اپنی Autonomy اور Independence کے اعتبار سے منسٹر سے کہیں زیادہ ہے، نیشنل بینک کے presiden سے قرضے مانگے جاتے ہیں اگر وہ نہیں دے سکتا تو اسے نیشنل بینک کے presic e t کے عہدے سے ہٹا دیا جاتا ہے، اس کو بھی Ban‹ng Council کا ممبر بنا دو مسلم کمرشل بینک کے p es dent کو قرضے نہ دینے کی بنا پر وہاں سے ہٹا دو اور بنا دو Banking council کا president کتنے transfers ہیں جو اس وقت ہوئے ہیں، کیوں ہوئے ہیں کیا اس کا background ہے ۲۴ سے ۳۰ نومبر تک کتنے Banking president اسلام آباد میں آئے کون سے Guest House میں رہے کتنے قرضے sanction ہوئے یہ ساری باتیں ہیں جو سینیٹ کی Finance Committee نے اٹھائیں اور وزیر مملکت کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے معلومات حاصل کر کے آپ کو بتائیں گے ایسا تو ہوتا ہی رہا ہے۔

جناب والا! یہ وہ ساری چیزیں جن کی کہ enquiry ہونی چاہیے اور میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جس طرح ۱۹۴۸ء میں جب برطانیہ میں پہلی مرتبہ یہ چیز ہوئی کہ کچھ وزراء کے بارے میں چہ میگوئیاں ہوئیں تو اس کے بعد پھر دونوں Houses of the parliament میں۔

By resolution of both Houses a tribunal of enquiry was set up under the tribunal of Enquiry Evidence Act., 1921 with Mr. Justice Larsky as Chairman to enquire into the allegations.

میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ Supreme Court کے Chief justice کی صدارت میں دو مزید judges کے ساتھ ایک ایسا ٹربیونل بنایا جائے کہ جو ان تمام چیزوں کو investigate کرے ان تمام افراد کو بلائے اور ان کے سامنے evidence لائے اور وہ بتلائے کہ فی الحقیقت اس ملک میں corruption کی کیا پوزیشن ہے یہ a. egation صحیح ہے یا غلط ہے اگر غلط ہے تو ٹھیک ہے دامن صاف ہونا چاہیے اگر صحیح ہے تو راجیو کا حشر بھی آپ دیکھ چکے ہیں جاپان میں جو کچھ ہوا وہ بھی آپ کے سامنے ہے سیاست میں ضروری ہے کہ آپ کا دامن پاک ہو اگر آپ میں Incorrupta)ility اور Ho iesty نہیں ہے تو آپ کو حق نہیں ہے کہ آپ اس ملک میں وزارت، وزارت عظمیٰ یا کسی اور ذمہ داری کا منصب اختیار کریں۔ جناب والا! میری پانچویں تجویز یہ ہے کہ ایک Tribunal of Enquiry بنایا جائے جس کے ذریعے ان چیزوں کو investigate کیا جائے اور قوم کو اصل حقائق سے آگاہ کیا جائے۔

چھٹی تجویز جناب والا! میری یہ ہے کہ اس زمانے میں حقیقت یہ ہے کہ مرکز اور صوبوں کے درمیان تعلقات خراب رہے ہیں خراب ہو رہے ہیں اور یہ ملک کے مفاد میں نہیں ہے میں چونکہ آئی جے آئی سے متعلق ہوں اس لئے میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اس بنیاد پر میں یہ کہوں کہ نہیں معاملات کو بگڑنے دو یہ ملک ہمارا ملک ہے خواہ پیپلز پارٹی ہو خواہ آئی جے آئی ہو، مسلم لیگ ہو، جماعت اسلامی ہو ہم سب اسی وقت تک ہیں جب تک یہ ملک ہے اس لئے اس ملک کے نظام کو درست ہونا چاہیے اور میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ ایک parliamentary committee قائم کی جائے For the onforcement of prov ncial autonomy as contained iin the Constitution. اس ایوان نے اس پر بحث بھی کی ہے ایک با اختیار کمیٹی قائم کیجئے تاکہ کم از کم AS A FIRST STEP جو چیزیں دستور میں طے ہو گئی ہیں کم از کم ان کو تو ہم enforce کر دیں۔ جناب والا! میں پوری دیانت داری سے یہ بات کہتا ہوں کہ ملک میں جو مرکز گریز رجحانات پیدا ہو رہے ہیں اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم نے دیانت داری سے اس provincial autonomy کو نافذ نہیں کیا جو دستور میں ہم نے accept کی تھی

[Prof Khurshed Ahmed]

اگر اسے ہم نافذ کردیں تو اس کے بعد پھر مرکز اور صوبوں کے تعلقات زیادہ دوستانہ ہوں گے زیادہ بہتر ہوں گے فیصلے زیادہ بہتر ہو سکیں گے decentralization of authority واقع ہو سکے گی اور اس سے ملک مستحکم ہو گا اس سے ملک کمزور نہیں ہو گا تو اس لیے خدارا اس طرف آگے بڑھئے اور ایک ایسی پارلیمانی کمیٹی بنایئے جو دستور کا مطالعہ کرے حکومت کی مشینری کا مطالعہ کرے اور میں نے جتنا تجزیہ کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ more than fifty per cent. جو چیزیں دستور کے اندر موجود ہیں انہیں نافذ نہیں کیا جا رہا اور اس کی وجہ سے بگاڑ پیدا ہو رہا ہے یہ میری چھٹی تجویز ہے ساتویں تجویز میری یہ ہے کہ حکومت Council of Common Interests کا اجلاس جلد از جلد بلائے حکومت نے اس معاملے کو انا کا مسئلہ بنا لیا ہے اس سے بڑا نقصان پہنچ رہا ہے جناب والا! میری آٹھویں تجویز یہ ہے کہ ملک کے معاشی حالات کے بے لاگ جائزے کی بھی ضرورت ہے۔ میں معاشیات کے ایک طالب علم کی حیثیت سے یہ بات کہہ سکتا ہوں اور یہ بات میں محض اپوزیشن کی بنا پر نہیں کہہ رہا ہوں کہ ملک کی معیشت اچھی حالت میں نہیں ہے بنیادی مسائل روز بروز بگڑ رہے ہیں باوجود اس بات کے کہ آپ نے investments sanction کر دی ہیں لیکن ملک میں حقیقی saving اور investment واقع نہیں ہو رہی Unemployment کا مسئلہ افراط زر کا مسئلہ Industrial growth حتیٰ کہ Agriculture بھی اس سال اس سے پیچھے گئی ہے جو ہم نے پچھلے تین سالوں میں حاصل کی تھی مجھے ڈر ہے کہ آپ کا G.D.P. growth پچھلے سال کے مقابلے میں اس سال کم از کم one per cent کم ہو گا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس معاملے کو seriously لیا جائے اور کوئی نہ کوئی national economic policy بنانے کا راستہ نکالا جائے جونیجو صاحب نے اس معاملے میں ایک اچھا قدم اٹھایا تھا کہ 7th plan پر انہوں نے ایک ایسی national committee بنائی تھی جس کا تعلق parliament کے سارے Shaces of opinion سے تھا میں سمجھتا ہوں کہ ملک کے معاشی حالات کا جائزہ لینے کے لئے ایک national economic policy بنانے کے لئے کسی ایسے اقدام کی ضرورت ہے۔

اسی طرح جناب والا! energy کا مسئلہ بھی مسلسل سیاست کی نذر ہو رہا ہے محض loadshedding اس کا حل نہیں ہے کالا باغ ڈیم کو ایک گالی بنا لینا اور energy کے مسائل کو تحقیقی انداز میں طے نہ کرنا ملک کے ساتھ ایک بڑا ظلم ہے یہ تمام معاملات سیاسی انداز میں نہیں ملکی مفاد میں اور فنی بنیادوں کے اوپر کہاں کون سا ڈیم مناسب ہے مفید ہے کیا تبدیلیاں اس میں کی جا سکتی ہیں جس سے اس کو زیادہ سے زیادہ مؤثر بنایا جا سکے اگر وہ صحیح نہیں ہے تو متبادل کیا ہے ان تمام معاملات کو قومی مفاد اور ٹیکنیکل بنیادوں پر طے ہونا چاہیئے اسی طرح میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ آپ energy crisis کے خطرے کو محسوس کریں آئندہ چند سال ملک کے لیئے کہیں زیادہ خطرناک ہوں گے اگر ہم نے آج اس کے لیئے تیاری نہ کی۔

جناب والا! اس کے بعد میں خارجہ پالیسی کے بارے میں صرف دو باتیں کہنا چاہتا ہوں اور پہلی چیز یہ ہے کہ میری نگاہ میں افغان حکومت کو یعنی افغانستان کی عبوری حکومت کو تسلیم کر لینا چاہیئے، فی الفور تسلیم کر لینا چاہیئے اور میں اس بارے میں یہ بات کہنا چاہتا ہوں کہ روس کی پارلیمنٹ نے ابھی تین دن پہلے جو قرارداد پاس کی ہے جس میں اس نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ افغانستان میں روس کی فوج کشی اخلاقی اور سیاسی طور پر غلط اقدام تھا جس میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ محض چار power drunk افراد تھے جنہوں نے اس بات کا فیصلہ کیا میں کہتا ہوں کہ اس کا پھر لازمی تقاضا یہ ہے کہ روس کابل حکومت کی تائید فی الفور ختم کرے اس لئے کہ اگر ۱۹۷۹ میں روس کا وہاں فوجیں بھیجنا سیاسی اور اخلاقی اعتبار سے غلط تھا تو پھر آج کابل حکومت کی تائید جاری رکھنا روس کے لیئے اتنا ہی غلط ہے بلکہ اس سے زیادہ غلط ہے اس لیئے اس بات کی ضرورت ہے کہ روس سے مطالبہ کیا جائے اور پوری دنیا میں اس مسئلے کو اٹھایا جائے کہ جب روس کی پارلیمنٹ نے اس بات کا اعتراف کر لیا ہے تو اب اس کے بعد کوئی جواز باقی نہیں رہتا اس بات کا کہ اس کٹھ پتلی حکومت کی روسی حکومت برابر تائید کرے اور آپ کو معلوم ہے

[Prof Khurshed Ahmed.]

کہ اگر وہ ذرائع جو بین الاقوامی ہیں صحیح ہیں ان کا کہنا یہ ہے کہ تقریباً دو سو ملین ڈالر فی ماہ کے اعتبار سے مدد کابل حکومت کو دی جا رہی ہے جس کے سہارے وہ وہاں موجود ہے اور دوسری چیز یہ ہے کہ پاکستان کی حکومت فوری طور پر افغان عبوری حکومت کو تسلیم کرے ان کے لئے Muslim World اور Third World سے پوری پوری تائید حاصل کرے اور اس طرح یہ مسئلہ سیاسی انداز میں حل ہو سکے۔

دوسری چیز جناب والا! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ کشمیر میں اس وقت جو تحریک مزاحمت کام کر رہی ہے اور کشمیر کا مسئلہ پہلی مرتبہ گزشتہ چالیس سالوں میں ایک بار پھر عالمی افق پر ایک خاص حیثیت میں رونما ہوا ہے ہمارے لئے یہ بڑا شرمناک ہو گا اگر اس موقع پر حکومت پاکستان اور عالم اسلام اپنا کردار ادا نہ کرے اس لئے میں اس بات کا مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت ایک کل جماعتی کانفرنس بلائے جس کے ذریعے سے اس قوم کی جو کشمیر کے بارے میں قومی پالیسی ہے اس کا مؤثر اظہار ہو دوسرا میں مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان اقوام متحدہ میں سرکاری طور پر استصواب کے مسئلے کو اٹھائے اور اس کے لئے world opinion کو mobilise کرے تیسری میں تجویز پیش کرتا ہوں کہ دنیا کے تمام اہم sensitive مقامات کے اوپر حکومت پاکستان یا سیاسی عناصر کشمیر کانفرنسیں کریں تاکہ کشمیر کے مسئلے کے اوپر اور دنیا کی رائے عامہ کو ہموار کیا جا سکے ان کو حقائق بتائے جا سکیں۔ چوتھی چیز یہ کہ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ حکومت پاکستان کشمیر میں کی جانے والی تحریک مزاحمت کے ساتھ اپنی solidarity کا بحیثیت قوم اظہار کرے ان کی پوری پوری تائید کرے۔ یہ مسئلہ کسی دوسرے ملک میں مداخلت کا نہیں ہے اس کی حیثیت پنجاب میں سکھوں کے مسئلے سے بالکل مختلف ہے کشمیر کا علاقہ متنازعہ علاقہ ہے کشمیر میں جس کو accession کہا گیا ہے وہ ایک جھوٹا accession تھا قانون کی نگاہ میں اس ہیرے کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور راجیو صاحب نے کہا تھا کہ ہم نے وہاں چار انتخاب کرا لئے ہیں لیکن اس انتخاب کے موقع پر کشمیریوں نے ثابت کر دیا کہ ماضی کا کوئی انتخاب کشمیریوں

کے لئے نہیں تھا انہوں نے اس کا بائیکاٹ کیا اور صرف ۳ فیصدی ووٹ پڑے۔ جس کی حیثیت ہندوستان کے خلاف ایک ریفرنڈم کی سی ہے۔ اس لیے کشمیر کے مسئلے کو specia' treat کرنا ضروری ہے اور پھر اس کے ساتھ ساتھ آپ قوم کو تیار کیجئے کشمیر کے معاملے کو آئندہ face کرنے کے لئے دوکر براج کے معاملے کو face کرنے کے لئے سیاچین کے مسئلے کو face کرنے کے لئے۔ قوم کو تیار کئے بغیر آپ یہ کام نہیں کر سکیں گے مجھے دکھ سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ جس دن کشمیر میں کرفیو لگا ہے اور ۵ افراد شہید ہوئے اس دن یہ خبر ہندوستان کے ریڈیو نے دی ہے بی بی سی نے دی ہے لیکن پاکستانی ٹی وی نے نہیں دی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم قوم کو تیار کریں حقائق سے اس کو آگاہ کریں اور جبھی ہم اس مسئلے کو face کر سکیں گے۔ جناب والا! ساتھ یہ بھی کہہ دوں کہ امریکن یہودی ہندو لابی پاکستان کے خلاف اس سلسلے میں کافی تیزی سے سرگرم عمل ہے جس طرح پچھلے ۴۰ سال میں رہی ہے۔ سولارز یہاں آپ سے دعوتیں کھانے کے لئے آتا ہے اور وہاں پر وہ ہندوستان کی لابی کا لیڈر ہے اور ہمارے پاس وہ سارے documents موجود ہیں جس میں اس نے پرسنل خط لکھے سارے سینیٹرز کو یہ کہتے ہوئے کہ ہندوستان کے خلاف جو فلاں بل آ رہا ہے خدا کے لئے اس کو پاس نہ ہونے دینا۔ یہ وہ لابی ہے جو پاکستان کے خلاف کام کر رہی ہے جو اسلام کے خلاف کام کر رہی ہے جو مسلمانوں کے خلاف کام کر رہی ہے جو کشمیر کے خلاف کام کر رہی ہے جو فلسطین کے خلاف کام کر رہی ہے اس سے ہوشیار رہئے یہ آپ کے دوست نہیں یہ آپ کے دشمن ہیں آپ اللہ پر بھروسہ کیجئے آپ اپنی قوم پر بھروسہ کیجئے آپ حق پر بھروسہ کیجئے آپ سچائی کے علمبردار بن کر اٹھئے جرأت سے کام لیجئے اور پوری قوم کو ساتھ لے کر چلیئے انشاء اللہ کشمیر کو آپ آزاد کرا کے رہیں گے وہ آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب شاد محمد خان صاحب!

جناب شاد محمد خان: جناب چیئرمین صاحب! شکریہ، آپ نے مجھے اظہار

[Mr. Shad Muhammad Khan]

خیال کا موقع دیا میں مختصراً ان باتوں کا اعادہ کروں گا جو یہاں صدر صاحب کی تقریر سے متعلق ہیں ۔ جناب والا! صدر مملکت نے سال گزشتہ میں جو جو واقعات رونما ہوئے ہیں اور جو مشکلات ہمیں اس دور میں پیش آئی ہیں نہایت احسن طریقے سے ان کا تجزیہ کیا ہے۔ حضور والا! اگر موجودہ حکومت ان کی تقریر کی روشنی میں اصلاح احوال کی طرف توجہ دے تو میں کہہ سکتا ہوں کہ یہ قوم کے بہترین مفاد میں ہو گا۔ صدر صاحب نے حکومت اور حزب اختلاف دونوں کو احسن پیرائے میں جو انتباہ کیا ہے اس سے سبق لینا چاہیئے اور ایسی راہِ عمل اختیار کرنی چاہیئے جس سے ملک میں اندرونی خلفشار ختم ہو۔ انتشار کی فضا ختم ہو تاکہ دہشت گردی کا قلع قمع ہو سکے اور ہم ایک ایسے راستے پر گامزن ہوں جس سے استفادہ کرتے ہوئے ہم اس قوم کے لئے خوش آئند پروگرام دے سکیں۔ جناب والا! حکومت کو چاہیئے کہ وہ آئینی تقاضوں کو پورا کرے اور ۱۹۷۳ء کے آئین میں جو صریح اور واضح صوبائی خود مختاری کا تعین کیا گیا ہے اس کا احترام کرے اور اس آئین کو موجودہ حکومت جو صحیفۂ آسمانی سمجھتی ہے اگر اس پر یہ خود عمل نہ کرے تو یہ بڑی زیادتی کی بات ہو گی لہٰذا میں آپ کی وساطت سے حکومت سے یہ استدعا کروں گا کہ دستور میں جن حقوق کا تعین کیا گیا ہے ان کا پوری طرح احترام کرے Council of Common Interests کو اگر ضروری ہے تو بلائے تاکہ صوبوں کی بہتری کے لئے اقدامات کئے جا سکیں اور جو آئینی پروویژن ہیں ان پر عمل درآمد کے لئے اکٹھے ہو جائیں تو یہ قوم کے لئے ایک اصلاح احوال کی صورت ہو سکتی ہے ۔

جناب والا! صدر صاحب نے واضح طور پر اشارہ کیا ہوا ہے کہ سینیٹ کا جو تعمیری کردار رہا ہے اس کو متنازعہ بنانے کی کوشش کی گئی ہے جس میں حکومت کو کامیابی نہیں ہوئی اب تک وہ پروپیگنڈہ اسی طرح چل رہا ہے میں یہاں وضاحت اور جرأت سے کہوں گا کہ آج تک سینیٹ نے جو تعمیری اقدام کئے ہیں وہ قابل ستائش ہیں اور حکومت کے ہر اس فعل کا جس میں عوام کی بہتری مضمر ہے تجزیہ کر کے حکومت کے ساتھ تعاون کیا ہے کیوں سینیٹ کو بے اعتمادی کا شکار ہونے دیا جاتا ہے کیوں سینیٹ کے ساتھ امتیازی سلوک

جاتا ہے۔ جب بھٹو صاحب کے پروگرام جسے پانچ نکاتی پروگرام کہا جاتا تھا پیپلز پارٹی کا پیپلز پروگرام اس کا حقیقی چربہ ہے لیکن اس پروگرام میں کوئی امتیازی سلوک نہیں تھا۔ پارلیمنٹ کے تمام ممبران کو ایک سی مراعات حاصل تھیں۔ خواہ وہ اپوزیشن میں تھے خواہ وہ حکومت کے ساتھ تھے لیکن اس حکومت نے ایک نئی طرح ڈال کران لوگوں کو بدظن کر دیا ہے اور اس پروگرام کی افادیت مسلمہ ہے اس دور میں جو کام ہوئے ہیں وہ اظہر من الشمس ہیں لیکن موجودہ حکومت نے سینیٹرز کے فنڈز پر پابندی کر کے ایک بہت ظالمانہ رویہ اختیار کیا ہوا ہے اور وہ کام جو نامکمل ہیں یا جو پایہ تکمیل کو پہنچنے والے ہیں اور جن کے بل ادا کر دیئے گئے ہیں حکومت کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ ان فنڈز کو منجمد نہ کرے ایسا کرنا نہایت ناانصافی ہے میں آپ کی وساطت سے حکومت سے استدعا کروں گا اگر وہ کام واقعی عوام کے مفاد میں ہیں اور ان کی feasibility متعلقہ محکمہ جات نے دی ہوئی ہے تو وہ فنڈز واگزار کئے جائیں اور سینیٹ کے ساتھ امتیازی سلوک نہ برتا جائے اور نیشنل اسمبلی کے at par سمجھ کر ہمیں یہ مراعات دی جائیں تو انشاءاللہ حالات بہتر ہوں گے اس لئے حکومت کو ہم پر اعتبار کرنا چاہیئے اور ہمیں اعتماد میں لینا چاہیئے۔

جناب والا! قانون سازی کے سلسلے میں جہاں تک سینیٹ کا تعلق ہے یہاں جو بھی بل آئے آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ ان کے پاس کرنے میں یہاں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی گئی وہ پاس ہو گئے لیکن نیشنل اسمبلی میں التواء میں پڑے ہوئے آرڈیننس جو کہ کافی عرصے سے وہاں ہیں جس کے متعلق صدر کی تقریر میں اشارہ کیا گیا ہے یہاں اس فورم سے میں استدعا کروں گا کہ خدارا یہ بل جو آپ کے پاس التواء میں پڑا ہوا ہے اور جس کی نشاندہی صدر مملکت نے بھی کی ہے جس کو آپ شریعت بل کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس میں کیڑے نکالنے چھوڑ دیں فراخدلی سے کام لیں اور اس بل کو اگر یہ واقعی قوم کے مفاد میں ہے اور وہ تمام تقاضے بھی پورے کرتا ہے تو اس کو پاس کریں۔ کیونکہ ہم مسلمان ہیں اس ملک میں اسلام کی حکومت ہونی چاہیئے۔ اس بل کو اگر ہم پاس نہیں کریں گے تو مجھے ڈر ہے کہ نواں ترمیمی بل جب یہاں سے پاس ہو کر گیا اور وہ انتشار کا شکار ہو کر سرد خانے میں پڑ گیا تو میں یہی کہتا ہوں کہ

[Mr. Shad Muhammad Khan]

اسی کی سزا اس قومی اسمبلی کو مل گئی اور صدر مملکت نے ایک ایسا قدم اٹھایا کہ اس کا وجود ہی نابود ہو گیا تو مجھے ڈر ہے کہ اگر میرے سینیٹ کے رفقاء آج بھی اس کے ساتھ وہی سلوک کریں گے تو مجھے ڈر ہے ان کا بھی کہیں ایسا احتساب نہ ہو اور خدا کا عذاب ان پر نازل نہ ہو لہٰذا میں استدعا کروں گا شبہات کو چھوڑ دیں انتشار کو چھوڑ دیں تفرقے کو چھوڑ دیں ان تمام چیزوں کو چھوڑ دیں مختلف مسالک کو چھوڑ دیں یہ بل ایک جامع شکل میں پیش ہوا ہے اور ایک سلیکٹ کمیٹی نے اس پر رپورٹ پیش کی ہے جس میں کوئی اختلاف بھی نہیں ہے اس کو من و عن اگر پاس کر دیں تو انشاء اللہ اس میں کوئی قباحت نہیں ہو گی اس میں ہمارا بھلا ہو گا اور انشاء اللہ تعالےٰ آخرت میں بھی ان لوگوں کو اجر ملے گا۔ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ کے متعلق انہوں نے نہایت معقول تجویز دے دی ہے ہمارے تقریباً چار پانچ سال ہونے والے ہیں اس میں دو رپورٹوں پر ہم بحث مکمل کر چکے ہیں باقی التوا میں پڑی ہیں ان کو مؤثر کرنے کے لئے اگر واقعی ایسے قوانین بنائے جانے والے ہیں جو شریعت سے متصادم نہ ہوں بلکہ شریعت میں ان کی گنجائش موجود ہو تو ان کو اپنانا چاہیئے اور ان پر عمل درآمد کرنا وقت کی مصلحت ہے ۔

سندھ کے حالات کے متعلق نہایت واضح طور پر کہا گیا ہے کہ سندھ میں آج کل دہشت گردی کا دور دورہ ہے لوگ اغواء ہو رہے ہیں دہشت گردی ہو رہی ہے اور لوٹ کھسوٹ ہو رہی ہے اور کرفیو نافذ ہے اگر حالات مزید ایسے بگڑتے گئے تو صدر مملکت اپنے فرائض ادا کرنے میں پھر ہچکچائیں گے نہیں ؟ اور ایسا ایکشن کریں گے جو قوم کے لئے زیادہ سودمند نہیں ہو گا۔ لہٰذا جس طرح آج میں نے اخبار میں پڑھا ہے۔ محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے clean up operation کے لئے کہا ہے تو میں آپ کی وساطت سے استدعا کروں گا اس پر پوری طرح عمل کیا جائے اور جس طرح اس کا منشاء اور مطلب ہے تاکہ سمگلر بھی سر نہ اٹھا سکیں اور ناجائز اسلحہ بھی پکڑا جائے۔ جو قبائلی علاقہ ہے اور وہاں یہ مشکل بھی ہے تو کیوں نہ کراچی کو اسی نقطہ نگاہ سے بالکل clean کیا جائے تاکہ وہاں پر تشدد کا کاروبار نہ ہو، مجھے ڈر ہے کہ وہاں جو Influx of investment ہو رہا تھا وہاں اب سرمایہ کاری

بھی کم ہو رہی ہے، لوگ وہاں سے اپنا سرمایہ نکال کر بھاگ رہے ہیں، یہ ایک Metropolitan city ہے وہاں لوگوں کو امن و امان کی ضرورت ہے، پرسوں میرے گاؤں میں ایک نعش آئی ہے، بتایا گیا ہے کہ دو پارٹیوں میں جھگڑا ہوا ہے جس میں یہ قتل ہوا ہے، اس کی نعش لائی گئی ہے، یہ حکومت اور عوام دونوں کے لئے نہایت تشویش کی بات ہے۔

حضور والا! صدر مملکت نے یہ اشارہ کر دیا ہے کہ ممبروں کا تعلق حزب اختلاف سے ہو یا حکومت سے ہو، ہارس ٹریڈنگ یا خرید و فروخت کا جو سلسلہ جاری ہے اسے فی الفور بند کرنا چاہیے، اس سے لوگوں کی کردار کشی ہوتی ہے۔ صدر مملکت نے تو یہاں تک بھی کہہ دیا ہے اور جو قابل ستائش ہے کہ وہ لوگ جو پارٹی تبدیل کرنا چاہتے ہیں وہ فی الفور مستعفی ہو جائیں، اخلاقی طور پر بھی یہ ہونا چاہیے اور ایسے لوگوں کو دوبارہ mandate لے کر آنا چاہیے۔ لیکن یہ کاروبار بند ہونا چاہیے، یہ موجودہ حکومت کے لئے بھی سود مند نہ ہوگا اور نہ ہی اپوزیشن کے لئے، یہ مزید انتشار کا باعث بنے گا، اس وقت جو فلور کراسنگ کی شق ہے اس پر سختی سے عمل ہونا چاہیے، تاکہ یہ انتشار کا باعث نہ بنے اور روزانہ حکومتیں تبدیل نہ ہوں، اور حکومت کو استحکام بھی ملے۔ اس میں زیادہ مورد الزام اگر ہو سکتی ہے تو حکومت ہو سکتی ہے کیونکہ اس کے پاس وسائل ہیں وہ خرید و فروخت کا کاروبار بہت زیادہ کرتی ہے۔ دوسری پارٹیوں کے لوگوں کو مستقل وزارتیں دی گئی ہیں اس لئے یہ بھی کوئی قابل ستائش بات نہیں ہے۔

معاشی اور اقتصادی حالت کے متعلق جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ بے روزگاری کا دور دورہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس حکومت کے بس میں یہ نہیں ہے کہ فی الفور اس کا ازالہ کر سکے۔ بہرکیف یہ جو صوبوں اور مرکز میں حکومت کے ہمنوا ایم این اے کو ملازمتوں میں، لوگوں کو بھرتی کرنے کے لئے کوٹہ دیا گیا ہے، اس کے تحت بڑے نااہل لوگوں کو بھرتی کیا جا رہا ہے، میرے خیال میں یہ ایڈمنسٹریشن کا ستیاناس کرنے کے مترادف ہوگا لہٰذا یہ کوٹہ سسٹم خواہ صوبوں میں ہو، خواہ مرکز میں ہو اس کو فوراً بند کر دینا چاہیے اور میرٹ کی

[Mr. Shad Muhammad Khan]

بنیاد پر بھرتی ہونی چاہیئیں تاکہ لوگوں کو اپنا حق مل سکے۔

جناب والا! اس کے بعد lateral entry scheme کی بات عرض کرتا ہوں کہ یہ جو سکیم سامنے آرہی ہے، یہ وہی سلسلہ ہے کہ پارٹی کے منظور نظر لوگوں کو یا ایسے لوگوں کو جو نوکریوں سے نکالے گئے تھے، دوبارہ مسلط کیا جائے، اور یہ بات انتشار کا باعث بنے گی اور ان لوگوں کو تحفظ دینا ضروری ہے جو کافی عرصہ سے اچھی طرح سے ملازمت کر رہے ہیں لہٰذا lateral entry scheme کے ذریعہ سے ان کو ترقی کے حق سے محروم کرنا بہت زیادتی ہو گی۔ لہٰذا حکومت کو چاہیئے کہ ایک طریقہ کار جو آئین میں مروجہ ہے، خواہ یہ صوبائی سروس کمیشن ہو یا وفاقی سروس کمیشن ہو، ان کی اعانت سے ہی لوگوں کو بھرتی کیا جائے، اور ان اداروں کو اہمیت دی جائے، اس سے لوگوں میں تشویش پیدا نہیں ہو گی اور ملازمتوں میں استحکام پیدا ہو گا۔ انتشار اور زیادتی کی فضا ختم ہو جائے گی۔

یہ ٹھیک ہے کہ taxes میں اضافہ کیا گیا ہے، ایسے اقدامات کی ضرورت بھی ہوتی ہے World Bank یا International Ministory fund جو بھی حکم دیتے ہیں، اس کی ہم تعمیل کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ جو انفلیشن بڑھتی ہے اور مہنگائی ہوتی ہے، یہ بہت بڑا ظلم ہوتا ہے۔ آج کل لوگ مہنگائی کی چکی میں اس طرح پس رہے ہیں کہ وہ سر اٹھانے کے قابل نہیں ہیں، مجھے ڈر ہے کہ وہ بھوک اور افلاس کی وجہ سے حکومت کے خلاف بغاوت پر آمادہ نہ ہو جائیں۔ مجھے یہ بھی یاد ہے کہ پشاور میں ایوب خان پر فائرنگ ہوئی اور اس کے بعد "چینی چور" کا قصہ چل پڑا، صرف آٹھ آنے چینی مہنگی ہوئی تھی لیکن آج چھ روپے چینی مہنگی ہے، لوگ برداشت کر رہے ہیں اور اس امید میں ہیں کہ حالات سدھر جائیں گے لیکن عوام کو مجبور نہ کیا جائے تو بہتر ہے اور ایسے اقتصادی حالات پیدا کئے جائیں اور کوئی ایسا طریقہ کار وضع کیا جائے جس سے لوگوں کو سستی چیزیں مہیا ہو سکیں۔ اگر تنخواہوں میں اضافہ ہوتا ہے تو اس کے ساتھ مہنگائی بڑھ جاتی ہے، ملازمین کو اس طرح سے کوئی فائدہ نہیں ملتا۔ اس لئے کوئی ایسا balance طریقہ نکالا جائے کہ مہنگائی کے ساتھ ان کی اجرتیں بھی بڑھتی جائیں اور قیمتوں کو استحکام حاصل ہو اور لوگ فساد پر آمادہ نہ ہوں،

مجھے ڈر ہے کہ اگر لوگ تنگ آ گئے، تو یہ فساد پر آمادہ ہو جائیں گے، جب پاکستان میں انتشار پیدا ہو گا تو یہ کسی کے فائدے میں بھی نہیں ہو گا، نہ یہ حکومت کے فائدے میں ہو گا اور نہ ہی اپوزیشن کے فائدے میں ہو گا، ان حالات پر غور کرنا چاہیے تاکہ عوام کے فائدے کی باتیں سامنے آئیں، بے روزگاری ختم ہو، مہنگائی ختم ہو، لوگوں کو سستی چیزیں میسر آ سکیں۔

جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے، میں اپنی بات کو یہیں تک محدود رکھوں گا کہ جن ممالک کے ساتھ ہمارے دوستانہ تعلقات ہیں، ان کا صدر صاحب نے نہایت خوش اسلوبی سے ذکر کیا ہے اور اس میں امریکہ کی بھی تعریف کی گئی ہے اور چین کی بھی تعریف کی گئی ہے لیکن افغانستان کے مسئلہ کا ذکر کر کے بڑا اہم کارنامہ سرانجام دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ کشمیر کا مسئلہ جو سرد خانہ میں پڑا ہوا تھا، اس کو اجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس طرح سے پروفیسر خورشید صاحب نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کو اہمیت دینی چاہیے میں بھی یہی کہتا ہوں کہ اس کو اہمیت دی جائے تاکہ وہ لوگ جو آج کل قربانیاں دے رہے ہیں، ان کی قربانیاں رنگ لا سکیں۔ مقبوضہ کشمیر میں جو کرفیو نافذ کیا ہوا ہے، اس کے بارے میں حکومت کو ایسا رویہ اختیار کرنا چاہیے کہ جس سے کشمیری عوام کے مقاصد کو تقویت ملے، اس کے لئے حکومت کو اپنے ذرائع ابلاغ کو استعمال کرنا چاہیے تاکہ عوام کو معلوم ہو سکے کہ کشمیر میں کیا ہو رہا ہے۔

جناب والا! یہ واقعی زیادتی ہو رہی ہے کہ ہندوستان کے ساتھ یک طرفہ مراسم پیدا کئے جا رہے ہیں، اس سلسلے میں قوم کو اعتماد میں لینا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے لئے بہتری کی چیز ہے۔ سیاچین کا مسئلہ ہے، اور لر بیراج کا مسئلہ ہے یہ ایسی چیزیں ہیں جن کے بارے میں قوم کو اعتماد میں لینا نہایت ضروری ہے لہٰذا میں یہ استدعا کروں گا کہ جو اقدام بھی موجودہ حکومت اٹھائے، ان کے بارے میں کم از کم پارلیمنٹ کو اعتماد میں لے اور اس ایوان بالا کو بھی اعتماد میں لے۔ میں یہ وثوق سے کہتا ہوں کہ جو اچھی باتیں بھی ہمارے سامنے آئیں گی میرے یہ رفقاء ان کی بالکل مخالفت نہیں کریں گے لیکن اگر ان کو ایک غیر سمجھتے ہوئے، ان کی طرف دھیان نہ دیا گیا، اور ان کے ساتھ وہی زیادتیاں روا رکھی جائیں گی

Mr. Shad Muhammad Khan

جو رکھی جا رہی ہیں، تو اس صورت میں حکومت بھی ان سے یہ توقع نہیں رکھ سکتی کہ ان کے اقدامات کی یہ تعریف کریں گے، بلکہ یہ ڈٹ کر مقابلہ پر آمادہ ہو جائیں گے اور پھر ہر کام میں رکاوٹ ڈالنے کی کوشش کی جائے گی لہٰذا افہام و تفہیم کے ساتھ یہ کام ہونا چاہیئے یہ بھی عوام کے نمائندے ہیں، یہ بھی عوام کے mandate کے ساتھ یہاں آئے ہیں، ان کا عوام سے تعلق ہوتا ہے، لہٰذا ان کو بھی اپنے مقام کے مطابق اہمیت دینی چاہیئے۔

حضور والا! میں سندھ کے متعلق عرض کرتا ہوں میں وہاں گیا ہوا اور وہاں لوگوں میں تشویش پائی جاتی ہے اور یہ بات سندھ کمیٹی کی رپورٹ میں آگئی ہے وہاں مہاجروں سے جب رابطہ قائم ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا جھگڑا تو "پٹھان اور پنجابی" سے نہیں ہے ہمارا تو سندھی سے جھگڑا ہے، اور یہ جھگڑا اس لئے ہے کہ وہاں کوٹہ سسٹم ایسا رائج کیا گیا ہے کہ وہاں دیہاتوں اور شہروں کا سارا کوٹہ سندھ کے لوگ لے جاتے ہیں اور اس طرح سے مہاجر محروم رہ جاتے ہیں لہٰذا کوئی ایسا طریقہ کار اختیار کرنا چاہیئے کہ وہ لوگوں سے مایوسیوں کا شکار نہ ہوں اور محرومیوں کا شکار نہ ہوں۔ میں جناب والا! آپ کا مشکور رہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: قاضی عبداللطیف صاحب!

قاضی عبداللطیف: جناب والا! میں کورم کی بات کروں کہ نہ کروں۔

(مداخلت)

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: اب تو کورم پوائنٹ آؤٹ ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب اب کیا ہو گیا ہے۔

Dr.Sher Afgan Khan Niazi: When the quorum s pointed out in any form...

Mr.Deputy Chairman:- But who pointed out?

Dr.Sher Afgan Khan Niazi:- He (Qazi Abdul Ltif) has pointed out and under Rule 5 of the rules of procedure and Article 55 is very much clear about it.

Mr.Deputy Chairman:- He has not said so.

جناب قاضی عبداللطیف : میں نے یہ نہیں کہا کہ....

(INTERRUPTIONS)

جناب ڈپٹی چیئرمین : قاضی صاحب، میں درخواست کروں کہ آپ آپس میں بات نہ کریں، جو حکم ہے اس کے بارے میں مجھے کہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : جناب چیئرمین! جب کسی فارم میں کورم کی اگر کوئی بات ہو جائے اور وہاں کورم نہ ہو، تو پھر عمل کرنا پڑتا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ تشریف رکھیں، کورم ابھی پوائنٹ آؤٹ نہیں ہوا ہے، جب ہوگا تو لیڈر آف دی اپوزیشن بھی کچھ فرمائیں گے۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : اب تو ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : کس نے کر دیا ہے؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : اب میں کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : یہ کہ کورم نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : آپ بحیثیت وزیر یہ پوائنٹ آؤٹ کر رہے ہیں۔

جناب محمد علی خان : پوائنٹ آف آرڈر۔

Mr. Deputy Chairman: Mr. Muhammad Ali Khan on a point of order.

Mr. Muhammad Ali Khan: Mr. Chairman, Sir, a Minister of the Government is standing up and he is asking that there is no quorum. Sir, there is no precedence whatsoever to this very day.

Mr. Deputy Chairman: Because they are not interested.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: No. It is not a matter of interest.

جناب ڈپٹی چیئرمین: شاید وزیر صاحب کو کہیں جلدی جانا ہو گا جو ہاؤس کو ایڈجرن کرانا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: نہیں جناب، مجھے کہیں نہیں جانا ہے،

Sir, I am not in a hurry

I want to explain why I have pointed out quorum because he was going to point that out. This is the constitutional provision and a provision of Rules of Procedure, we are fighting for that. It was the interest of the Senators.

Mr. Deputy Chairman: Mr. Ahmed Mian Soomro on a point of order.

Mr. Ahmed Mian Soomro: Can a non-member of this House point out quorum? He is not a member of this House.

(INTERRUPTIONS)

Mr. Akhunzada Behrawar Saeed: No. He cannot.

جناب ڈپٹی چیئرمین: یہ صحیح ہے، احمد میاں سومرو صاحب، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر صحیح ہے۔

Dr. Sahib is not a member of this House but since he is an honourable Minister, we have got all the respect for him. But I don't know why he is anxious to adjourn the House, because it was not pointed out by anybody that there is no quorum.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Sir, I am not interested that it should be adjourned due to the deficiency of the quorum but there is something in it. When we talk of rule of law and Constitution and a person who is saying.

کہ میں بات کروں یا نہ کروں۔

Mr. Deputy Chairman: But he did not point it out.

وہ تو JOKE کر سکتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: مذاق تو وہ کر سکتے ہیں لیکن انہوں نے کورم پوائنٹ آؤٹ نہیں کیا۔

Dr. Sher Afgan Khan: He pointed it out.

Mr. Deputy Chairman: You might have said to because you seem to be in a hurry.

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: I am not in a hurry, please.

Mr. Deputy Chairman: O.K. then please continue. Qazi Abdul Latif.

قاضی عبداللطیف: جناب والا! صدر محترم نے سال کے اختتام پر ۲۲ دسمبر کو پارلیمنٹ کے مشترکہ اجلاس سے جو خطاب فرمایا اس میں انہوں نے ایک تجربہ کار دانشمند رہنما کی طرح گزشتہ سال کی کارکردگی کی روشنی میں مستقبل کی نشاندہی کی ہے۔

جناب والا! صدر محترم اس حکومت کا ایک حصہ ہیں اور انہوں نے سال بھر کے اندر حکومت کی غلطیوں، خامیوں اور کمزوریوں کا اعتراف کر کے میں سمجھتا ہوں کہ اپنی قدآور شخصیت کو مزید بلند کر دیا ہے اور یہ حقیقت ہے جناب والا! کہ کوئی قوم بھی اپنا محاسبہ کئے بغیر اپنے نقصانات کی تلافی نہیں کر سکتی۔ صدر محترم نے بڑی اچھی روایت قائم کی ہے انہوں نے صرف حکومت کی حسن کارکردگی کا تذکرہ ہی نہیں کیا بلکہ جو کوتاہیاں یا غلطیاں ہوئی ہیں انہیں بعینہ قوم کے سامنے اجاگر کیا ہے اور قوم کو اس پر اپنی رائے دینے اور تنقید کرنے کا موقع دیا ہے جس پر یقیناً ہم ان کے مشکور ہیں۔ صدر محترم کی تقریر یقیناً قابل قدر دستاویز ہے۔ حکومت اور حزب اختلاف دونوں کا فرض ہے .....

جناب سلیم سیف اللہ خان: پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرمین! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت فرنٹ بینچز پر کوئی بھی موجود نہیں ہے سینیٹر صاحب جو تقریر فرما رہے ہیں حکومت کی جانب سے کون اس کا نوٹس لے رہا ہے کوئی نہ کوئی تو یہاں موجود رہنا چاہیئے تاکہ اٹھائے گئے نکات کو نوٹ کر سکیں۔ ہم ایسے ہی اخباروں کی زینت بننے کے لئے تقاریر تو نہیں کرتے۔ ہم اس لیے تقریریں کر رہے ہیں کہ احتساب حکومت ہو.....

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جی یہ آپ کا فرمانا درست ہے بار بار کہا گیا ہے کہ ان کا کوئی نہ کوئی منسٹر صاحب یہاں موجود رہے۔ تاکہ نوٹس لے سکے - اور خاص کر جس منسٹر صاحب نے جواب دینا ہے اس کو تو ضرور موجود رہنا چاہیے اور دوسروں کو بھی بحث کے دوران یہاں موجود رہنا چاہیے۔ بہرحال ڈاکٹر صاحب تشریف لے آئے ہیں -

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ تمام proceedings on record آ رہی ہیں نوٹس بھی لیے جا رہے ہیں ہمیں پتہ ہے کہ repitition ہو رہی ہے -

جناب ڈپٹی چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! اگر proceedings on record کی بات ہو تو پھر میرا خیال ہے یہ convention ختم کی جائے یہ فرنٹ بنچز جو وزراء کے لیے مختص ہیں ان کو بھی ختم کیا جائے اور سینیٹرز کو کھلا چھوڑ دیں وہ خود meet کیا کریں گے یہ میرے خیال سے معقول اور مناسب بات آپ نے نہیں فرمائی ہے یہ ایوان بالا ہے اور یہاں پر وزراء کی موجودگی بہت ضروری ہے اور کم از کم ذمہ دار قسم کے منسٹرز ہونے چاہئیں جب کہ ماشاءاللہ وزیروں کی تین چار ٹیمیں اگر بنانا چاہیں تو وہ بن سکتی ہیں۔ پچاس سے پچپن تک ان کی تعداد ہے۔ دو چار چھ وزیروں کو یہاں آنے میں کوئی مشکل نہیں ہونی چاہیے۔ اس میں آپ ہی کی گورنمنٹ کا فائدہ ہوگا۔ مقررین کی تقاریر میں قابل قدر تجاویز ہوتی ہیں۔ جن سے آپ کی کارکردگی مزید بہتر ہو سکتی ہے اور یہ قوم اور ملک کے مفاد میں ہوگا۔ جی قاضی صاحب!

قاضی عبداللطیف: جناب والا! صدر محترم کے ارشادات یقیناً بڑے قیمتی ہیں لیکن ان کو اس طرح نہ لیا جائے جس طرح سال گزشتہ انہوں نے اپنے ارشادات میں حکومت کی بعض کمزوریوں کی نشاندہی کی تھی اور کچھ اہداف مقرر کیے تھے۔ لیکن افسوس ہے کہ آج انہیں خود دوبارہ ان کی یاددہانی کرانی پڑی ہے کہ فلاں فلاں باتوں پر آج تک عمل نہیں ہو سکا۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ اس دفعہ بھی ان کے ارشادات کو اگر عملی جامہ نہ پہنایا گیا تو خدانخواستہ میں سمجھتا

ہوں کہ یہ ملک کی انتہائی بدقسمتی ہو گی۔ آپ نے اپنے ارشادات میں کچھ ایسے جملے فرمائے کہ جن کے متعلق ہمیں سوچنا ہو گا کہ آیا اس کا نتیجہ کیا ہے صفحہ پر آپ نے فرمایا تھا کہ "جمہوری اداروں ایک گونا استحکام حاصل ہوا ہے اور قومی معاملات ایک بار پھر بلا شرکت غیرے قوم کے منتخب نمائندوں کے ہاتھوں میں رہے۔" اس کو گویا کہ انہوں نے بطور تحسین پیش کیا ہے کہ یہ ہمارا جو ہدف تھا ایک گونا استحکام۔ ہم نے اسے حاصل کیا ہوا ہے۔ لیکن جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ ہمیں یہ سمجھ نہیں آرہی کہ جمہوری اداروں کے استحکام کا مقصد کیا ہے جمہوریت کا مقصد کیا ہے اور اس کے استحکام کا مقصد کیا ہے؟ اس وقت عملی طور پر ہم یہ دیکھ رہے ہیں سال بھر کے اندر جتنے پروگرام بنائے گئے ہیں اس میں تقریباً تقریباً جمہوری اداروں کو درخور اعتنا بالکل نہیں سمجھا گیا چاہے وہ خارجہ پالیسی کے متعلق ہوں یا داخلی پالیسی کے متعلق ہوں اگر جمہوریت کا معنی یہ ہے کہ قوم کو کم از کم یہ تاثر دلایا جائے کہ آپ بھی حکومت کے اندر برابر کے شریک ہیں اور آپ کا حق ہے کہ آپ کے نمائندے اس پر اظہار رائے کریں لیکن ہمیں افسوس ہے کہ جمہوری استحکام کا اگر معنی یہ ہے کہ چند اشخاص بیٹھ کر کے اپنی مرضی کے مطابق کوئی پروگرام بنائیں اور اس کو قوم پر مسلط کریں تو ہم اس کو جمہوریت کا نام کیسے دے سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر میں عرض کردوں گا کہ یہاں حکومت نے ایک پروگرام بنایا اپنے لوگوں کو بھرتی کرنے کے لئے، جس کا نام انہوں نے placement Burequ رکھا اور انہوں نے public service Commission کی بجائے براہ راست بھرتی کا ایک طریقہ کار اپنایا۔ اس کو نہ تو انہوں نے قومی اسمبلی سے پاس کروایا نہ سینٹ سے پاس کروایا اور نہ کسی صوبائی ادارے سے پاس کروایا۔ سوال یہ ہے یہ ایسی بنیادی چیزیں ہیں کہ جن کو اگر ہم یہ کہہ دیں کہ اس سے جمہوریت کا استحکام ہوا ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ لوگوں کو جمہوریت ہی سے نفرت ہو جائے گی۔ دولت مشترکہ کے اندر پاکستان کی شمولیت ہوئی ہے لیکن ان اداروں میں سے کسی کو بھی اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ اگر اسی کا معنی یہ ہے کہ استحکام ہوا ہے تو ہماری سمجھ میں نہیں

[Qazi AQbdul Latif]

آتا کہ جمہوریت کون سی ہے اور اس کا استحکام کون سا ہے؟ اس وقت تک، تو ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ ان اداروں کو بالکل معطل کر کے رکھ دیا گیا ہے۔ پیپلز پروگرام کا منصوبہ بنایا گیا ہے اس کو قومی اسمبلی، سینیٹ یا کسی صوبائی اسمبلی سے منظور کروایا گیا جبکہ سینیٹ نے اس کے متعلق کھلم کھلا ایک قرارداد پاس کی تھی کہ یہ صوبوں کے حقوق کے اندر مداخلت ہے اور تقریباً تین صوبوں نے کھلم کھلا یہ قراردادیں پاس کی ہیں اور فریاد کی ہے کہ یہ ہمارے حقوق کے اندر مداخلت ہو رہی ہے۔ صوبہ سرحد کے اندر پیپلز پارٹی کی حکومت ہے لیکن اس نے بھی اسے صوبوں کے حقوق کے اندر مداخلت قرار دیا ہے۔ اسی طریقے سے پنجاب اور بلوچستان نے بھی اور آج تک وہ پروگرام معطل پڑا ہے کسی صوبے کے اندر کما حقہٗ اس کا اجراء نہیں ہو رہا۔ تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کہہ دنیا کہ یہاں جمہوری استحکام ہوا ہے۔ جمہوری کہاں ہے اور استحکام کہاں ہے۔

اسی طریقے سے انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ قومی معاملات ایک مرتبہ پھر بلا شرکت غیرے قوم کے منتخب نمائندوں کے ہاتھوں میں رہے۔ اگر صدر محترم کا مقصد اس سے ایک مخصوص طبقہ ہے۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ اگر بندوق کے ذریعے سے مداخلت کی جائے اسے تو مداخلت کہا جائے لیکن اگر قلم کے ذریعے مداخلت کی جائے تو اُسے مداخلت نہ کہا جائے سوال یہ ہے کہ سال بھر میں دیہ کہا جا رہا ہے) کہ معاملات بلا شرکت غیرے قوم کے منتخب نمائندوں کے ہاتھوں میں رہے ہیں۔ تو یہ صرف اتنی بات نہیں ہے کہ غیر منتخب نمائندوں کو لایا گیا بلکہ شکست خوردہ افراد کو قوم پر مسلط کیا گیا ان اداروں میں لایا گیا مشیروں کے نام سے معاونین کے نام سے گورنروں کے نام سے۔ آخر ہم کیسے یہ تسلیم کریں کہ قومی معاملات بلا شرکت غیرے قوم کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں رہے۔ یہ کہاں کے منتخب تھے جن کو اب وہ خود ہی پشیمان ہو کر نکال رہے ہیں۔ میں گزارش کروں گا کہ یہ کہہ دینا کہ اس وقت معاملات قوم کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں ہیں۔ ہماری خواہش ہے کہ قوم کے نمائندوں کے ہاتھ میں ہوں لیکن اس میں باہر سے مداخلت کرانا اور باہر کے لوگوں کو ان پر مسلط کرانا اگر انہوں نے ان کو نوازنا ہے تو ہمیں اس پر اعتراض نہیں ہے۔ وہ انہیں نوازیں لیکن قوم پر مسلط کرنے

کاان کو حق نہیں ہے ضروری نہیں کہ قوم ہی پر انہیں مسلط کیا جائے۔ اور قومی اداروں میں ہی انہیں بٹھایا جائے اور وہ مناصب ان کو دیئے جائیں جو مناصب قوم کے منتخب نمائندوں کے لیے مخصوص ہیں۔ اس لئے میں گزارش کروں گا کہ یہ جملے بہر حال محل نظر ہیں کہ معاملات قوم کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں رہے ہیں۔ میں کہوں گا کہ صدر صاحب کو اس کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیئے کہ قوم کے منتخب نمائندوں کے ہاتھ میں تو کبھی نہیں رہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ملک جمہوریت کے نام پر بنا ہے۔ جمہوریت کے طریقے سے بنا ہے اور آج جمہوریت کی دہائی دی جا رہی ہے لیکن کارروائی یوں کی جا رہی ہے کہ جیسے یہاں فسطائیت ہے۔ کارروائی وہ کی جا رہی ہے جو ہٹلر اور میسولینی کی تاریخ ہے۔ یہاں پر ایک ہی پارٹی کو مسلط کیا جا رہا ہے میں گزارش کروں گا صدر محترم سے بھی کہ اگر آپ ہی اس دھوکے میں ہیں کہ یہاں جمہوریت پھل پھول رہی ہے تو آخر ہم فریاد کس سے کریں۔ صدر کا یہ فرض ہے کہ وہ اس فسطائیت کو ڈکٹیٹرشپ کو اور اس آمریت کو روکے۔ اگر آپ بھی یہ کہتے ہیں کہ واقعتاً جمہوریت پھل پھول رہی ہے تو آخر قوم کس کی طرف دیکھے گی میری گزارش یہ ہوگی کہ صدر محترم کو ان جملوں پر ذرا نظر ثانی کرنی چاہیئے کہ یہاں پر ہمیں جمہوریت تو نظر نہیں آرہی فسطائیت ہے۔

صفحہ ۵ اور ۶ پر صدر محترم نے گزشتہ سال کے ان اہداف کی نشاندہی کی ہے جو انہوں نے پچھلے سال حکومت کے لئے رکھے تھے لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہوا۔ آخر میں وہ فرماتے ہیں کہ ہمیں امید کرنی چاہیئے کہ جمہوریت کی بنیاد پر انہی معاملات کو عملی جامہ پہنایا جائے گا۔ میں اس سلسلے میں صدر محترم سے گزارش کروں گا کہ بعض چیزیں وہ ہیں جن کو نیک تمناؤں اور نیک خواہشات پر چھوڑ دیا جائے لیکن بعض چیزیں وہ ہیں جن کا تعلق اس ملک کی بنیاد اور اساس سے ہے ان کو بھی اگر آپ نیک تمناؤں اور نیک خواہشات کی امید پر چھوڑ دیتے ہیں تو خدانخواستہ یہ ملک کے لئے انتہائی بدنصیبی کا دن ہوگا۔ مثلاً اسلام بنیاد ہے اس ملک کی۔ سال

[Qazi Abdul Latif]

ہوئی ہے اور کس طریقے سے ہوئی ہے جس طریقے سے انہوں نے فرمایا کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹوں پر آج تک بحث تک نہیں ہوئی ہیں یہ گزارش کروں گا صدر محترم سے کہ صرف اتنی بات کافی نہیں ہے بلکہ ان کا فرض ہے کہ وہ دستور پر عمل درآمد کرانے کے لیے اپنی قوت نافذہ کو استعمال کریں۔ ان کی قوت نافذہ یہی ہے کہ کم از کم دستور کے مندرجات اور دستور کے تقاضوں کو پورا کرانے کے لیے وہ اپنا دباؤ ڈالیں جب وہ اپنا دباؤ نہیں ڈالیں گے اس وقت تک یہ ملک صحیح معنوں میں دستوری ملک نہیں بن سکے گا۔ اگر آپ صرف یہ کہتے ہیں کہ میری تمنا یہ ہے۔ میری خواہش یہ ہے تو سال بھر تک آپ نے یہ دیکھ لیا ہے۔ کہ وہ تمنا اور خواہش کہاں پوری ہوئی ہے جو ہر طبیعت آدم ز خمیر دیگر است۔ وہ کچھ اور تھا یہ کچھ اور ہے۔ ان لوگوں سے یہ توقع رکھنا کہ صرف امید رکھنے پر وہ ان پر عملدرآمد کریں گے خام خیالی ہے اس ملک کی بنیاد کو مستحکم کرانا، دستور کے مطابق مستحکم کرانا اور ان پر عمل درآمد کرانا یہ اپیلوں کی بات نہیں ہے یہ محض نیک خواہشات کی بات نہیں ہے۔ صرف یہ بات نہیں ہے کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اس پر عمل درآمد کیا جائے گا بلکہ چاہیے کہ سال کے تجربے کے بعد قوت نافذہ استعمال کی جائے اور ان سے کہا جائے کہ وہ جو بار بار یہ کہتے ہیں کہ ہم ملک کی نظریاتی اور جغرافیائی حدود کا تحفظ کریں گے اور ان کو خطرے میں ڈالنے کی کبھی بھی کسی کو اجازت نہیں دیں گے۔ میں پوچھ رہا ہوں کہ آج ملک جا کہاں رہا ہے۔ ٹی وی کے اندر جو کچھ ہو رہا ہے کیا یہ اسلام ہے ہندوستان سے جو طوائفیں بلائی جا رہی ہیں کیا یہ اسلام ہے۔ اور بار بار بلائی جا رہی ہیں۔ کیا یہ اسلام ہے۔ جس نہج پر آج ہم چل رہے ہیں اور جو ثقافت آج ہم پر مسلط کی جا رہی ہے کیا اسلام اسی کا نام ہے میں گزارش کروں گا کہ آج دنیا میں چاہے وہ مشرقی یورپ ہو یا مغربی یورپ ہو چاہے ہمارے پڑوس کے ممالک ہوں بڑے انقلابات آ گئے ہیں۔ وہ آج پریشان ہیں اور اسی بنیاد پر کہ وہ اپنے ملک کے لیے ایک نیا نظام تلاش کر رہے ہیں اس لیے کہ جو سابقہ نظام تھے وہ تقریباً تقریباً سارے کے سارے ناکام ہو چکے ہیں اور وہ قومیں اپنے نظام

پھر دوبارہ نظر ثانی کے لیے بے چین ہیں۔ اب ان کی رہنمائی کرنا اور ان کو راستہ دکھانا اگرچہ ان کو جھنجھوڑا تو افغانستان کے جہاد نے ہے لیکن اسلام کے نام پر جو مملکت اس وقت ساری دنیا میں موجود ہے وہ صرف اور صرف پاکستان ہے۔ یہ اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے قومیت اس کی بنیاد نہیں ہے پٹھان بلوچ اور سندھی اس کی بنیاد نہیں ہے پنجابی اس کی بنیاد نہیں ہے۔ بلکہ سارے کے سارے اسلام کے نام لیوا ہیں۔ اور اسلام ہی کی بنیاد پر یہ ملک معرض وجود میں آیا ہے۔ آج پاکستان ہی کا فرض ہے کہ دنیا کو امن کا راستہ دکھلائے اور دنیا سے یہ کہا جائے کہ اگر آپ نے امن اور سکون کا راستہ لینا ہے تو صرف اور صرف وہ ہمارے پاس موجود ہے اور جب تک عملی طور پر دنیا کے سامنے نمونہ پیش نہیں کیا جائے گا تو آپ یقین کیجیے کہ دنیا تباہی کی طرف جائے گی۔ آج مشرقی یورپ کے اندر ان کا نظام درہم برہم ہو رہا ہے انہیں نئے نظام کی تلاش شروع کر دی ہے۔ اور اس نئے نظام کی تلاش صرف آپ کے پاس ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مفادات کے لحاظ سے ذخائر کے لحاظ سے علم کے لحاظ سے آپ کے پاس کچھ کمی نہیں ہے اسلامی نظریاتی کونسل نے بہت کچھ مواد آپ کے سامنے رکھ دیا ہے صرف اتنی بات ہے کہ اس کو آج عملی جامہ پہنانے کی ضرورت ہے اور اس کو عملی جامہ پہنانے کی ذمہ داری انتظامیہ پر ہے اور صدر محترم بھی اس انتظامیہ کے ایک فرد ہے لہٰذا ان کا فرض بن جاتا ہے کہ آج کی دنیا کی رہنمائی کے لیے وہ آگے بڑھیں اور دنیا کو بتائیں کہ امن کا راستہ یہ ہے۔

افغانستان کے جہاد نے روس کے سپر طاقت ہونے کا بھرم چاک کر دیا ہے اور ساری دنیا کو معلوم ہو گیا ہے کہ ان کی سپر طاقت کیا تھی اور ان کے پاس کیا موجود ہے نہ تو نظم و نسق کے لحاظ سے نہ اقتصادی لحاظ سے نہ سیاسی لحاظ سے نہ فوجی لحاظ سے وہ آج دنیا کے سامنے بالکل ننگا ہو گیا ہے اور جن ممالک پر اس کا تسلط تھا یا جو ممالک اس کے زیر اثر تھے یا جو ممالک اس کے زیر نگین تھے ان سب کے اندر آج انقلاب آ گیا ہے اس کی رہنمائی اگر ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ ہو سکتی ہے کہ اسلام کو نظریاتی طور پر عملی طور پر سیاسی طور پر سامنے لایا جائے

[Qazi Abdul Latif]

اور آپ کے پاس الحمدللہ اس کا کافی ذخیرہ موجود ہے اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹس کی شکل میں وہ سب کچھ آپ کے پاس موجود ہے صرف یہاں اس کو لانے کی ضرورت ہے میں اس کی تائید کروں گا کہ جس طریقے سے ہمارے محترم پروفیسر خورشید صاحب نے فرمایا کہ اس کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی جائے اور کمیٹی کو وقت دیا جائے کہ وہ ایک مہینے یا ڈیڑھ مہینے کے اندر رپورٹ دیں۔ میں چھ مہینے کا قائل نہیں ہوں۔ جتنی بھی آپ ان کو زیادہ مدت دیں گے اتنا وہ کام زیادہ تاخیر سے ہوتا رہے گا اور تقریباً تقریباً نامکمل ہی رہے گا اگر آپ ان کو تھوڑا وقت دیں گے تو یقینی بات ہے کہ وہ اس کی چھان بین کر کے جلد رپورٹ دیں گے، آپ کے پاس جدید علم کے لوگ بھی موجود ہیں قدیم علم کے لوگ بھی موجود ہیں ماہرین بھی موجود ہیں اور تمام محکموں کے ماہرین موجود ہیں ان سب کو اکٹھا بٹھا کر اور موجودہ مسائل جن میں مشکلات درپیش ہیں اور یہ سمجھا جا رہا ہے کہ اسلام ان کے لیے رکاوٹ ہے ان کے متعلق یہ بتلایا جا سکتا کہ اجتہاد کے ذریعے سے قیاس کے ذریعے سے اجماع کے ذریعے سے ان کو کس طریقے سے حل کیا جائے۔ میں گزارش کروں گا کہ اس وقت انہوں نے صفحہ ۵ اور ۶ پر ان خامیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد جو یہ فرمایا ہے کہ ہمیں امید ہے کہ اس پر اسی سال کے اندر عملدرآمد کیا جائے گا تو میری گزارش جناب صدر محترم سے یہ ہو گی کہ صرف ان کو توقعات اور امیدوں پر نہ چھوڑا جائے کہ جو چیزیں اس ملک کی بنیاد اور اساس کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اس کے ساتھ صفحہ ۷ پر جناب صدر محترم کا ارشاد، افہام و تفہیم کی تلقین ہے میں اس سلسلے میں یہ گزارش کروں گا کہ افہام و تفہیم بہت اچھا جذبہ ہے اور ہمیشہ جو مسائل الجھے ہوئے ہوتے ہیں ان کو افہام و تفہیم کے ذریعے سے ہی حل کیا جا سکتا ہے لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو مسائل دستور کے اندر واضح صریح اور صاف لکھے ہوئے ہیں ان کے متعلق کہا جائے کہ ان کو افہام و تفہیم سے حل کیا جائے جبکہ آپ کے دستور میں متنازعہ فیہ مسائل کے حل کے لیے اگر ادارے قائم ہیں اگر ان کے لیے دفعات موجود ہیں اگر ان کے لیے طریق کار موجود ہے تو پھر اس کے بعد ان طریقوں سے ہٹ کر افہام و تفہیم کی بات کرنا میں سمجھتا ہوں کہ ان

مسائل کو زیادہ الجھانے کے مترادف ہوگا۔ مشترکہ مفادات کی کونسل کی موجودگی میں ایک اور رابطہ کمیٹی جس کو اگر میں غیر آئینی رابطہ کمیٹی کہوں تو شاید غلط نہ ہوگا قائم کر دینا وقت کا ضیاع پیسے کا ضیاع ہے اور یہ محض بچوں کا کھلونا ہے آئینی بحران ہے تو میں گزارش کروں گا کہ جب آپ کے آئین میں اس کا ایک طریقہ موجود ہے حکومت کو اس پر عمل کرنے پر کیوں مجبور نہیں کیا جا سکتا اگر آئین کے مطابق آپ کے پاس حقوق کا تعین ہے کہ صوبوں کے حقوق یہ ہیں صوبوں کے حقوق یہ ہیں وزیر اعظم کے اختیارات یہ ہیں وزرائے اعلیٰ کے اختیارات یہ ہیں الجھانا اور پھر ان مسائل کو یہ کہہ کر ٹال دینا میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر کوئی شخص دیدہ و دانستہ جان کر پہچان کر جب انجان بنے تو پھر اس کا ہمارے پاس علاج کیا ہوگا یہ جہالت نہیں ہے تجاہل ہے تجاہل عارفانہ ہے یہ غفلت نہیں ہے تغافل ہے دیدہ و دانستہ قوم کو الجھانا ہے اور قوم کے اندر ایک بحران پیدا کرنا ہے۔

میں گزارش کروں گا کہ افہام و تفہیم کی ضرورت وہاں پیش آتی ہے کہ جہاں پر آئینی راستہ نہ ہو جہاں قانونی راستہ نہ ہو اور جو لوگ اس بحران کے پیدا کرنے والے ہیں انہی کو اگر ملامت نہ کیا جائے اور ان کو یہ نہ کہا جائے کہ اس میں غلطی آپ کی ہے تو غلطی کرنے والوں کو ملامت نہ کرنا ہی آپ یقین کیجئے کہ اس ملک کے بحران کا ذریعہ ہے ہم اس سلسلے میں صدر محترم سے گزارش کریں گے کہ ان کا فرض ہے کہ وہ دستور کی ان دفعات پر عمل درآمد کرنے کے لئے حکومت کو مجبور کرے اور اسے کہے کہ مشترکہ مفادات کی کونسل کا اجلاس بلائے۔ اس مشترکہ مفادات کی کونسل کے اجلاس کے متعلق ہمارے ایک محترم قابل ساتھی ان خیالات کا اظہار کرتے ہیں کہ یہ اندھے کنوئیں کے اندر چھلانگ لگانے کے مترادف ہے تو اس کا معنی یہ ہے کہ ان کو دستور پر اعتماد نہیں ہے وہ دستور کو تسلیم ہی نہیں کرتے لہٰذا یہ صدر محترم کا فرض ہے کہ وہ ان کو مجبور کریں اور ان کو کہیں کہ آپ نے اس دستور پر عمل کرنا ہوگا اور اس دستور کے مطابق اپنے مسائل کا حل تلاش کرنا ہوگا۔

صفحہ ۱۰ پر آپ نے فرمایا ہے کہ اقتصادی حالات کوئی قابل فخر نہیں ہے اور ہم برابر پیچھے کی طرف جا رہے ہیں اس سلسلے میں میری گزارش یہ ہوگی کہ تمام

[Qazi Abdul Latif]

معاملات کا دارومدار ہوتا ہے کہ مملکت میں فلاح ہونی چاہیئے اور فلاحی مملکت کا عنوان ہم نے قائم کر کے اس کے معانی از خود گھڑ لیے ہیں حالانکہ قرآن کریم کی تصریح ہے فلاح پانے والے کون لوگ ہیں، وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں لغو باتوں سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں امانت اور دیانت کا خیال رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا خیال کرتے ہیں اصل بات یہ ہے کہ قوم کو دیانتدار، امانتدار اور صداقت شعار بنایا جائے جس قوم کے اندر دیانت، امانت اور صداقت نہیں ہوگی وہ کسی شعبے کے اندر بھی کامیاب نہیں ہوسکتی آج ہمارے پاس مشینری کی کمی نہیں ہے، ذخائر کی کمی نہیں ہے، دولت کی کمی نہیں ہے، ماہرین کی کمی نہیں ہے، افراد کی کمی نہیں ہے ہم اپنے افراد دوسرے ممالک میں بھی بھیجتے ہیں ہم اپنے ہنرمندوں کو دوسرے ممالک میں بھی بھیجتے ہیں ہمارے پاس کسی چیز کی کمی نہیں ہے اگر ہمارے پاس کوئی کمی ہے تو وہ کمی ہے دیانت کی امانت کی اور صداقت کی اور یہ وہ چیزیں ہیں کہ جن کا ماخذ اور جن کا منبع اور جن کا سرچشمہ صرف قرآن کریم، سنت اور مذہب ہے اگر مذہب کو اس ملک کے اندر صحیح طریقے سے رائج کیا جائے گا اور مذہب کی تعلیم کو اس کی بنیاد بنایا جائے گا تو آپ یقین کیجئے کہ ہماری تمام مشکلات اور مسائل حل ہوسکتے ہیں اور جب تک ہم ان اوصاف کو اچھی طرح فلاح کا ذریعہ تصور نہیں کریں گے اور ہمارا ایمان یہ نہ ہوگا کہ ہماری فلاح کا دارومدار انہی چیزوں پر ہے کہ جو قرآن کریم نے بتلائی ہیں تو آپ یقین کیجئے کہ تب تک یہ مملکت فلاحی مملکت نہیں بن سکتی۔ روس نے بھی دعویٰ کیا تھا کہ ہم روٹی کپڑا مکان تمام لوگوں کو مہیا کریں گے لیکن آپ کو علم ہے کہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اس وقت ۷۰ سال پہلے فرمایا تھا۔

کردہ ام اندر مقاماتش نگاہ

لا سلاطین لا کلیسا لا الٰہ

کہ میں نے روس کے نظام کو دیکھا ہے اور انہوں نے صاف کہہ دیا ہے کہ لا سلاطین لا کلیسا لا الٰہ نہ تو ہم خدا کو مانتے ہیں نہ بادشاہ کو مانتے ہیں نہ لا الٰہ کو مانتے ہیں لیکن انہوں نے ایک پیش گوئی کی تھی اور انہوں نے فرمایا تھا کہ یہ کہہ دینا کہ ہم نہیں

مانتے یہ منفی فلسفہ ہے یہ کہنا کہ نہ خدا کو مانتے ہیں نہ بادشاہ کو مانتے ہیں نہ کلیسا کو مانتے ہیں یہ فلسفہ منفی ہے جب تک اللہ کی طرف نہیں آئے گا اور اس میں مثبت پہلو نہیں آئے گا تب تک کوئی فلسفہ کامیاب نہیں ہو سکتا ۔ روس نے بھی یہ کہا تھا کہ ہم فلاحی مملکت بنا رہے ہیں اور بہت بڑی دنیا کو اس دھوکے میں رکھا آج ان پردہ راز فاش ہو رہا ہے کہ وہ فلاح کہاں ہے وہ سکون کہاں ہے ضروریات زندگی کہاں ہیں کہ جن کو وہ ضروریات زندگی سمجھ رہے تھے آج وہ بھی ان سے ناپید ہو گئی ہیں اور انہوں نے سمجھ لیا کہ ہم دھوکے میں جا رہے تھے آج وہ سارے نظام کو درہم برہم کر رہے ہیں لہٰذا صرف اتنی بات کہ ہماری اقتصادیات پیچھے کی طرف جا رہی ہیں میں نے گزارش کی ہے کہ ہمارے پاس وسائل کی کمی نہیں ہے ذخائر کی کمی نہیں ہے افراد کی کمی نہیں ہنرمندوں کی کمی نہیں ہے اور دنیا نے دیکھ لیا کہ صنعتی لحاظ سے ٹیکنالوجی کے لحاظ سے پاکستان تقریباً تقریباً اول نمبر پر ہے اور اس لئے دنیا کو خطرہ ہے کہ پاکستان اسلامک ایٹم بم بنا رہا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اسلامی ایٹم بم بنانے کا حق ہے اگر اسرائیل کو یہ حق حاصل ہو سکتا ہے اگر امریکہ کو یہ حق حاصل ہو سکتا ہے اگر برطانیہ کو یہ حق حاصل ہو سکتا ہے اور اگر انڈیا کو یہ حق حاصل ہو سکتا ہے تو ہمیں اپنے تحفظ کے لئے یہ حق ملنا چاہیے اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اس مسئلے میں اپنے نوجوانوں کو آگے بڑھائیں تاکہ وہ اپنا فریضہ ادا کریں اور قرآن کریم کی اس تعلیم پر کہ تم دشمنوں کے لئے برابر اپنی قوت تیار کرو۔ تاکہ وہ مرعوب ہو کر آپ پر حملہ آور نہ ہو سکیں آج دنیا کا فلسفہ یہ ہے کہ جنگ کے خاتمے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جنگ کے لئے تیاری کرو۔ اور قرآن کریم نے ۱۴۰۰ سال پہلے یہ کہا تھا کہ جنگ کے خاتمے کے لئے ضروری فلسفہ یہ ہے اپنے آپ کو اس کے لئے مستحکم اور مضبوط بناؤ جب تک ہم اپنے آپ کو اس کے لئے مضبوط اور مستحکم نہیں بنائیں گے تب تک ہمارے سروں سے جنگ کا خطرہ ٹل نہیں سکے گا۔ میں گزارش کروں گا کہ اصل چیز یہ ہے کہ چاہے وہ اقتصادی نقطہ نظر سے ہو چاہے سیاسی نقطہ نگاہ سے ہو فلاحی مملکت بننے کے لئے ملک کے اندر دیانت، امانت، صداقت کو رکھا جائے اور اس کو آگے

لایا جائے۔

صفحہ ۱۲ پر آپ نے پیپلز پروگرام کے متعلق فرمایا کہ یہ مفید ہو سکتا ہے اس کے مفید ہونے پر کسی کو اعتراض نہیں ہم یہ چاہتے ہیں کہ یہ پروگرام عوام تک پہنچے لیکن ہر کام کے لئے ایک قانون ایک طریقہ کار اور قاعدہ ہوتا ہے اور ہمارے دستور کے اندر وضاحت سے بتا دیا گیا ہے کہ یہ صوبائی دائرہ کار ہیں یہ مرکز کے دائرہ کار میں نہیں ہیں جس طریقے سے چند دن پہلے ہمارے قابل احترام ڈاکٹر صاحب ان اداروں کے فرائض اور ان اداروں کے فرائض منصبی کے متعلق تشریحات کر رہے تھے کہ ان اداروں کا کام کیا ہے اگر ہم گلیوں، سڑکوں اور نالیوں کی تعمیر کا افتتاح بھی وزیر اعظم سے کرائیں تو یقینی بات ہے کہ صوبوں کے دائرہ کار کے اندر مداخلت ہو گی اور جب تک صوبوں کے دائرہ کار کو تسلیم نہیں کیا جائے گا یہ نزاع بڑھتا جائے گا کم نہیں ہو گا آج یہ کہہ دینا کہ صوبوں اور مرکز کے درمیان محاذ آرائی ہے اس کو ختم کیا جائے صرف اتنی بات کافی نہیں ہے صدر محترم کا فرض ہے کہ وہ اس کے متعلق ہمیں فیصلہ دیں کہ زیادتی کس کی طرف سے ہو رہی ہے اگر واقعتاً صوبوں کی طرف سے زیادتی ہے تو انہیں روکا جائے اور اگر مرکز کی جانب سے زیادتی ہے تو اسے روکا جائے میں یہ کہہ رہا ہوں کہ آج دنیا کے اندر جو انقلابات آ رہے ہیں اسی نظام سے منافرت کی بنا پر آ رہے ہیں جس کی طرف ہم دوڑ رہے ہیں۔

یہاں یک جماعتی نظام قائم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ وہ جماعتیں جو پیپلز پارٹی کے ساتھ ۱۱ سال تک ایک سفر کے اندر شریک کار رہی ہیں آج ان کا ایک ایک لیڈر یہی کہہ رہا ہے کہ کیا ہم اس جمہوریت کے لئے لڑ رہے تھے ہم نے اس جمہوریت کے لئے جدوجہد کی تھی ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ جمہوریت کون سی ہے۔ اس کو ہٹلر کی جمہوریت تو کہا جا سکتا ہے مسولینی کی جمہوریت تو کہا جا سکتا ہے لیکن اس کو اسلام کی جمہوریت، پاکستان کی جمہوریت کہنا یہ اسلام کا مذاق اڑانا ہو گا لوگوں کو یہ توقعات دلائی گئی تھیں کہ انتخابات کے بعد آپ کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے آج وہ پوچھتے ہیں کہ وہ دن کب آئے گا کیا اسی کے لئے ہم نے انتخابات ہوا اگر ضرورت ... آج صرف اتنی بات

نہیں ہے کہ مہنگی ہو گئی ہیں بلکہ وہ نایاب ہو رہی ہیں میں گزارش کروں گا بیپلز پروگرام مفید سہی اچھا سہی لیکن اس کو اپنے طریقے کار کے مطابق لوگوں کو پہنچانا چاہیئے اور میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ قوم کا کونسا منصوبہ ہے او دکونسا پانچ سالہ منصوبہ ہے کہ سائیکلیں تقسیم کی جائیں مشینیں تقسیم کی جائیں کھاد بہرحال ایک ایسی چیز ہے جو زراعت کے کام آتی ہے لیکن یہ انفرادی اشیاء ہیں جس کا قومی منصوبے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ صدر محترم غور فرمائیں کہ سال بھر سے یہ لڑائی ہو رہی ہے اس کا فیصلہ آخر کون کرے گا یہ بہت بڑی زیادتی کی بات ہے کہ وزراء صاحبان علی الاعلان کہتے ہیں اگر ہم خلاف ورزی کر رہے ہیں تو تم عدالت میں جاؤ۔ اس کی نظیر تو بعینہٖ ہی ایسی ہے کہ ایک گاؤں کے اندر جب ایک بدمعاش اٹھتا ہے طاقتور ہوتا ہے اس کے پاس اسلحہ ہوتا ہے اور کسی مظلوم پر چڑھائی کرتا ہے اور اسے کہتا ہے جاؤ تھانے۔ تھانہ تمہارے لئے آزاد ہے عدالت تمہارے لئے آزاد ہے خدا کے لئے اس طریقے سے چیلنج مت کرو اور اگر واقعتاً آپ کا یہ حق ہے اگر آپ صدر محترم کے خلاف عدالت کے اندر ریفرنس کر سکتے ہیں تو اس کے متعلق بھی آپ کا یہ فرض ہے کہ عدالت کے اندر ریفرنس پیش کریں کہ کیا ہمارا یہ حق ہے یا نہیں، جب پنجاب آپ کے خلاف ہے بلوچستان آپ کے خلاف ہے، سرحد بھی زبان سے فریاد کر رہا ہے، تو پھر بتلایئے کہ آپ کے پاس ہے کون جو آپ کی حمایت کر رہا ہے اور وہ تمام جماعتیں جو آپ کی رفیق کار تھیں اور جنہوں نے آپ کو اس مسند تک پہنچایا ہے، وہ ساری کی ساری آج چلا رہی ہیں، کہ یہ قانون کی خلاف ورزی ہے، آئین کی خلاف ورزی ہے، صوبوں کے حقوق کے اندر مداخلت ہو رہی ہے جبکہ پہلے ملک قاسم کی سربراہی میں صوبائی حقوق کے متعلق، صوبائی خود مختاری کے متعلق ایک رپورٹ مرتب کی گئی تھی اور قوم سے یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ برسر اقتدار آنے کے بعد ہم صوبوں کو اپنے حقوق اس طریقے سے دیں گے کہ وہ سارے کے سارے اپنے علاقوں میں اپنے اختیارات سے مالا مال ہو جائیں گے لیکن آج دستور میں جو اختیارات دیئے گئے ہیں، جو قانون نے دیئے ہیں، جو روایات نے دیئے ہیں، ان کو بھی ایک

ایک کر کے چھینا جا رہا ہے تو میں صدر محترم سے گزارش کروں گا کہ خدا کے لیے اس نزاع کو ختم کرانا آپ کی ہی قوت نافذہ کا کام ہے اور آپ ہی اس کے متعلق کوئی فیصلہ دے سکتے ہیں کہ اس نزاع کو کس طریقے سے ختم کیا جائے۔

صفحہ ۱۴ میں صدر مملکت نے خارجہ پالیسی کے اندر فرمایا کہ ہماری خارجہ پالیسی الحمداللہ آج بڑے اچھے پیمانے پر چل رہی ہے، ہمارے محترم پروفیسر خورشید احمد صاحب نے بھی اس کی حمایت اور تائید کی ہے لیکن میں اتنی گزارش کروں گا کہ ہماری خارجہ پالیسی کا رُخ کس طرف ہے، ہمیں یہ سمجھایا جائے، ایک وقت تھا کہ ملک کے وزیراعظم نے ابتداء میں یہ کہا تھا کہ لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ آپ مشرق وسطیٰ کے ممالک سے اور اسلامی ممالک سے اپنے تعلقات کو زیادہ استوار بنائیں تو کتنے افسوس کی بات ہے کہ ان کے الفاظ اس وقت یہ تھے کہ صفر، صفر، صفر، اگر دس صفر بھی اکٹھے ہو جائیں تو آخر نتیجہ اس کا صفر ہی ہو گا، یہ مایوسی کی انتہا ہے جب کہ ہمارا بھروسہ خالصتاً اللہ تعالےٰ پر ہے، اپنے نظریات پر ہے، اپنے عقائد پر ہے اور اپنی روایات پر ہے۔ ہم صفر نہیں ہیں، ہم نیست نہیں ہیں، ہمیں اس دنیا کے اندر کوئی کھا نہیں سکتا، ہم صرف اسلامی دنیا کے ہی نہیں بلکہ پوری دنیا کی قیادت کے قابل ہیں، آپ کو اللہ تعالےٰ نے وہ خطہ دیا ہے کہ جس خطہ کو کوئی نظرانداز نہیں کر سکتا اور جو افرادی قوت دی ہے، اور جو سیاسی قوت دی ہے جو علمی قوت دی ہے، اس کو دنیا نظرانداز نہیں کر سکتی لیکن ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہم کسی سے لڑائی کریں، ہم لڑائی کے قائل نہیں ہیں لیکن اتنا ضرور کہتے ہیں کہ ہمیں بھی زندہ رہنے کا حق ہے، ہندوستان کے ساتھ ہمارے مراسم اور تعلقات قائم ہوں۔ ہمیں خوشی ہوگی کہ اس کے ساتھ ہمارے تعلقات اور مراسم اچھے ہو جائیں ہندوستان میں نئی حکومت آئی ہے اس سے ہم توقع رکھتے ہیں کہ وہ سابقہ حکومت کی غلطیوں کو نہیں دہرائے گی۔ اگر ہندوستان واقعتاً، اس خطہ کے اندر امن و امان چاہتا ہے تو اس کا سب سے پہلے فرض یہ ہے کہ وہ پاکستان کے وجود کو حقیقتاً تسلیم کرے کہ پاکستان ایک آزاد ملک ہے۔ اگر واقعتاً دیانت داری سے وہ پاکستان کے وجود کو تسلیم کرتا ہے تو کشمیر کا مسئلہ

بھی حل ہو جاتا ہے، ووار بیراج کا مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ایک خود مختار ملک کو اپنے وسائل زندگی استعمال کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے یہ ہمارے وسائل زندگی ہیں۔ اگر وولر بیراج پر ہندوستان کا قبضہ ہے اگر کشمیر پر ہندوستان کا قبضہ ہے اور جس کشمیر کے متعلق قائداعظم نے کہا تھا کہ یہ پاکستان کی شہ رگ ہے اگر ہماری شہ رگ پر ہندوستان بیٹھا ہے، اگر ہمارے وسائل پر ہندوستان بیٹھا ہے ہمارے پانی پر اس کا قبضہ ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے ہماری آزادی کو تسلیم نہیں کیا۔ اس کا فرض یہ ہے کہ ہماری آزادی کو تسلیم کرے اگر وہ ہماری آزادی کو تسلیم کرے اور یقینی بات ہے کہ جو ہماری زندگی کے وسائل ہیں، ہمارے سانس لینے کے وسائل ہیں، ان کو اسے تسلیم کرنا ہو گا۔ ہم کسی کے ساتھ جنگ کرنا نہیں چاہتے ہم اس موڈ میں نہیں ہیں، ہمیں غلط فہمی نہیں ہے لیکن دنیا کو بھی ہمارے متعلق غلط فہمی نہیں ہونی چاہیئے کہ کوئی ہمیں ایک تر نوالہ سمجھ کر نگل جائے گا۔ یہ بات بھی نہیں ہے۔ ہم دنیا کو بتلا سکتے ہیں کہ ہم بغیر اسلحہ کے بھی لڑ سکتے ہیں آج ہماری ایمانی قوت نے یہ ثابت بھی کر دیا ہے۔

افغانستان کے سلسلے میں یہ کہا گیا ہے کہ ہم اس عبوری حکومت کی مکمل حمایت کرتے ہیں، میں عرض کروں گا کہ مکمل حمایت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس عبوری حکومت کو رسمی طور پر تسلیم کرنے کی ضرورت ہے۔ آج ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اس عبوری حکومت کو تسلیم کریں اگر آپ اس عبوری حکومت کو اس وقت جب یہ معرض وجود میں آئی تسلیم کر لیتے تو یقین کیجئے کہ آج دنیا کے بیشتر ممالک اسے تسلیم کر چکے ہوتے اور اگر دنیا کے بیشتر ممالک نے انہیں تسلیم کر لیا ہوتا تو افغانستان کا مسئلہ حل ہو چکا ہوتا۔ روس کا صرف یہ کہہ دینا، روس کی پارلیمنٹ کا یہ اعتراف کر لینا کہ ہم سے غلطی ہوئی تھی، ہمارے چند افسروں کی غلطی تھی کہ ہم نے افغانستان کے اندر مداخلت کی، افغانستان پر ہم نے حملہ کیا، صرف اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اگرچہ انہوں نے اپنی اخلاقی برتری کا ثبوت دیا ہے اس طرح سے لیکن میں یہ عرض کروں گا کہ روسی پارلیمنٹ کے ممبروں کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی حکومت کو مجبور کریں کہ افغانستان کے اندر مسلط کردہ انتظامیہ کو اولین فرصت میں ختم کریں، اگر نجیب کی حکومت کو وہ ختم نہیں کرتے، اور

نجیب انہی کی پشت پناہی پر آج بھی بیٹھا ہوا ہے تو عذر گناہ بدتر از گناہ کی بات ہو گی، یہ تسلیم کر لینا کہ واقعی ہماری غلطی تھی بعد اس غلطی پر بار بار یہ اصرار کرنا، آج نجیب کی حکومت کی پشت پناہی کرنا، اس غلطی پر اصرار کرنے کے مترادف ہے اگر واقعتاً آپ نے غلطی کی ہے تو آپ کا فرض ہے کہ نجیب کی انتظامیہ کو اولین فرصت میں ختم کیا جائے۔ اگر نجیب انتظامیہ اولین فرصت میں ختم کر دی جاتی ہے تو افغانستان کے مسئلہ کے حل کے لئے ایک راستہ نکل آتا ہے اگر ہماری حکومت نے افغانستان کی عبوری حکومت کو تسلیم کیا ہوتا تو آج ان کے لئے وہاں نئے انتخابات کرانا آسان ہوتا، وہ مشکلات میں نہ ہوتے آج میں اپنے وزیر خارجہ سے یہ گزارش کروں گا کہ جب روس کی پارلیمنٹ نے یہ تسلیم کر لیا، روس کا صدر یہ تسلیم کرتا ہے کہ افغانستان میں ہماری مداخلت ہماری غلطی تھی اور ہماری زیادتی تھی تو پھر یہ ہمارا حق بنتا ہے، افغانستان کا حق بنتا ہے کہ اقوام متحدہ سے دنیا کے قواعد کے مطابق یہ مطالبہ کریں کہ افغانستان کو جنگ کا تاوان ادا کیا جائے۔ یہ دنیا کا قانون ہے کہ جس قوم نے جس قوم پر زیادتی کی ہے اور اس کی حق تلفی کی ہے، اس کو تباہ و برباد کیا ہے، تو اس سے تاوان جنگ لیا جاتا ہے آج اقوام متحدہ کا فرض ہے کہ اگر واقعتاً اس میں صداقت ہے، دیانت ہے، قوت ہے تو اس کا یہ فرض ہے کہ روس سے افغانستان کا تاوان جنگ وصول کر کے افغانستان کی تعمیر نو میں خرچ کرے، اس لئے کہ اس کی تباہی کا ذمہ دار روس ہی تو تھا جب روس نے اسے تباہ کیا ہے تو اسی کا فرض ہے کہ جس نے رولایا ہے وہی اسے ہنسائے، جس نے تباہ کیا ہے وہ اسے آباد کرے تو دنیا کے قواعد کے لحاظ سے ان کا یہ فرض بنتا ہے کہ اقوام متحدہ سے تاوانِ جنگ وصول کر کے افغانستان کی حکومت کو مضبوط و مستحکم بنائیں اور وہاں کی تعمیر کرائیں۔

جہاں تک بڑی طاقتوں کے ساتھ ہمارے تعلقات کا تذکرہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ کسی کے ساتھ بھی ہمارے تعلقات کشیدہ نہ ہوں۔ ہم نے روس کی مخالفت اس بنیاد پر نہیں کی کہ اس کا نظام کمیونزم ہے۔ اگر کمیونزم ہونے کی وجہ سے ہم مخالفت کرتے تو پھر چین سے معاہدہ دوستی نہ کرتے۔ بین الاقوامی دنیا میں معاہدات اور باہمی

تعلقات کا دارومدار باہمی مسائل و اعتماد پر ہوتا ہے۔ روس یا گوربا چوف اور اس کی پارلیمنٹ کو سوچنا چاہیئے کہ انہوں نے شروع ہی سے پاکستان کے بارے میں کیا کردار ادا کیا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ان کے ساتھ تعلقات استوار نہیں ہو سکتے میں اس کا قائل نہیں ہوں۔ ہو سکتے ہیں۔ بنگال میں اور کشمیر کے مسئلہ پر اور ہمارے بین الاقوامی مسائل پر انہوں نے ہمارے ساتھ کیا کیا؟ اب ہمارے ایک پڑوسی ملک افغانستان میں مداخلت کر کے ہماری حدود کی خلاف ورزی کی۔ اور جنگ کو اگر ہمارے سر پر مسلط کیا گیا ہے تو یہ روس نے مسلط کی۔ پچاس لاکھ انسان اگر پاکستان کے اندر دھکیل دیئے گئے ہیں تو ہمیں سرد جنگ کے اندر مبتلا کر دیا گیا۔ پھر ہماری سرحدات کی خلاف ورزی کی گئی ہے تو میں گزارش کروں گا کہ ہم کسی کے ساتھ کشیدگی نہیں چاہتے ہم جنگ کے قائل نہیں ہیں۔ امن سے رہنا چاہتے ہیں اور دوسروں کو بھی امن کا پیغام دیتے ہیں۔

جہاں تک امریکہ کا تعلق ہے اس نے تھوڑی یا بہت ہماری مملکت کی حمایت کی ہے ہمیں اقتصادی، اخلاقی تعاون دیا ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اپنا فرض ادا کیا کہ اگر امریکہ نے مشرق وسطیٰ کے اندر کسی کے ساتھ زیادتی کی تو ہم نے اس پر تنقید کی ہے یہ ہمارا اخلاقی فرض تھا اور ہماری آزادی کی علامت تھی۔ آج بھی اگر امریکہ پانامہ کے اندر فوجی مداخلت کر رہا ہے تو ہم اسی طریقہ سے اس کی مذمت کر رہے ہیں۔ اس لئے کہ ہم جس ملک سے بھی تعلقات استوار کرنا چاہتے ہیں حق و صداقت کی بنیاد پر کرنا چاہتے ہیں۔ وہ نہ کسی کی خوشامد کی بنیاد پر ہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ یہ ملک آزاد اور اپنے پاؤں پر استوار ہے اور استوار رہنا چاہتا ہے۔ لہٰذا ہمیں دنیا کے اندر بڑی طاقتوں کے ساتھ بھی تعلقات استوار کرنے ہوں گے لیکن اس سے پہلے اُن لوگوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو مضبوط و مستحکم اور بہتر بنانا ہوگا جن کے عقائد، روایات، خیالات میں ہم برابر کے شریک ہیں۔ یہ ہمارا وہ فریضہ ہے۔ جس سے پاکستان مستحکم اور مضبوط ہو سکتا ہے۔

آخر میں چند گزارشات پیش کروں گا اور اس وقت ہمارے ملک کی بھلائی اسی میں ہے۔ یہ ملک نظریاتی ہے دستور میں تین ادارے یعنی اسلامی

Qazi Abdul Latif

نظریاتی کونسل، مشترکہ مفاداتی کونسل، قومی اقتصادی کونسل قائم ہیں۔ ہم صدر محترم سے یہ گزارش کریں گے کہ ان کی جتنی رپورٹیں ہیں ان کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ ان کے لئے کمیشن مقرر کر کے ان کو قابل عمل بنایا جائے۔ آپ کو علم ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کا وجود قائم ہوا تھا اور آج ۱۹۶۲ء سے تک بہت بڑا ذخیرہ قانون مرتب کیا جا چکا ہے آپ کے علم میں ہو گا کہ قصاص و دیت کے مسودے پر پانچ کروڑ روپے خرچ ہوئے تھے۔ لیکن آج تک اس کو نافذ نہیں کیا گیا۔ مسودہ بنا کر رکھ دینا یہ نہ ملک کی خدمت ہے، نہ اسلام اور قوم کی خدمت ہے سال بھر پہلے اسلامی نظریاتی کونسل کے مسودہ عبادات پر بحث مباحثہ ہوا تھا آج معیشت کو ایجنڈے پر لایا جا رہا ہے لیکن اس پر صرف بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں، لیکن آج ضرورت ہے قوم کو، ملک کو اور دنیا کو کہ ان کے سامنے اسلام کا معاشی نظام پیش کیا جائے صرف مسودے کے طور پر نہیں بلکہ ملک کے قانون کے طور پر، اور دنیا کو یہ تبلایا جائے کہ ہمارے پاس ایک انقلابی نظام موجود ہے اور جس کے اندر مسائل کا حل ہو سکتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ شریعت بل جو چار سال سے اس ایوان کی میز پر پڑا ہوا ہے۔ اور جس کے متعلق ہمیشہ یہ کہا جا رہا ہے کہ ضرور اسے پاس کیا جائے گا۔ لیکن آج تک طفل تسلیاں ہی ملتی رہی ہیں۔ لہٰذا میں گزارش کروں گا کہ خدا کے لئے اسے فوراً بلا تاخیر پاس کیا جائے۔ افغان حکومت کو فوراً تسلیم کیا جائے اگر آپ اس کو تسلیم کر لیتے ہیں تو آپ یقین کیجئے کہ ہمارے پڑوس کے اندر ہمیں ایک ایسی فوج میسر آ جائے گی یہ صرف افغانستان کے لئے نہیں، پاکستان کے اپنے مفاد میں ہے۔ اگر آپ کے پڑوس میں ایک ایسی حکومت آ جاتی ہے کہ جس کو آپ نے دس سال تک پناہ دی تھی اور یہ بھی میں آپ سے عرض کر دوں کہ افغانستان کے نوجوان مسلمانوں نے لڑائی افغانستان کی سرزمین کے لئے نہیں لڑی تھی وہ اسلام کے لئے لڑی تھی۔ اور جہاں کہیں بھی اسلام کو خطرہ درپیش ہو گا تو وہ پھر بھی سر کی بازی لگانے کے لئے تیار ہوں گے۔ خدانخواستہ کل کو روس پاکستان کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے دیکھتا ہے تو جس طریقے سے آپ کے قبائل

کو شمشیر زن کہا گیا تھا تو ان کی قوت ۵ گنا۔ اگنا ہو جائے گی۔ اور افغانی عوام آپ کی رضا کارانہ فوج ہو گی۔ اور آپ کے ملک کا دفاع کرے گی۔ اس وجہ سے ہندوستان کے وزیر اعظم نے کہا تھا کہ افغانستان کے اندر ہماری مرضی کی حکومت بنے گی کیوں؟ اس کا کیا تعلق تھا؟ نہ تو اس کی سرحد سے اس کا تعلق تھا، اس کے باوجود وہ کہتا ہے کہ وہاں ہماری مرضی کی حکومت ہو گی۔ یہ منصوبہ صرف پاکستان کے خلاف ہے۔ اور پاکستان کو گھیرے میں لانے کی ایک سازش ہے۔ بہرحال افغان عبوری حکومت کو فوراً تسلیم کیا جائے اور ان سے تعاون کیا جائے تاکہ وہ اپنے ملک میں اپنے حالات کی مناسبت سے انتخابات کروا سکیں۔ اور حکومت معرض وجود میں لائیں۔ تیسری بات میری یہ ہو گی کہ روس سے تاوان جنگ وصول کیا جائے۔ صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ پارلیمنٹ نے تسلیم کر لیا ہے کہ ہم نے غلطی کی تھی بلکہ ان سے تاوان جنگ وصول کر کے افغانستان کی تعمیر نو کی جائے۔ کشمیر کا مسئلہ آج الحمد للہ اتنا زندہ ہو گیا ہے کہ اگر آپ ان کی حمایت نہ بھی کریں گے تو وہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکتے ہیں لیکن آج وقت ہے کہ ہم اقوام متحدہ میں اسے دوبارہ چیلنج کریں اور وہاں پر کشمیر کے مسئلے کو دوبارہ پیش کریں کہ جو وعدہ کیا گیا تھا کشمیریوں کے ساتھ اس کو بروئے کار لایا جائے۔ پلیسمنٹ بیورو براہِ راست بھرتی کے عمل کو واپس کیا جائے۔ صرف اتنا کہہ دینا کہ ہم نے اسے ختم کر دیا ہے یہ کافی نہیں ہے۔ جتنے لوگ اس کے تحت بھرتی کئے گئے ہیں ان کو واپس کیا جائے تو ملک کی بھلائی اسی میں ہو گی اور یہ کشیدگی اسی سے ختم ہو گی۔ براہِ راست بھرتی کے اندر جتنے لوگوں کو لیا گیا ہے ان کو واپس لیا جائے۔ پیپلز پروگرام کو صوبوں کی وساطت سے نافذ کیا جائے اور سابقہ حکومت کے پانچ نکاتی پروگرام کے تحت جو منصوبے شروع کئے گئے تھے ان کو انہی کی نگرانی میں تکمیل تک پہنچایا جائے۔ یہ چند گزارشات تھیں جو آپ کی خدمت میں پیش کرنی تھیں اور آپ کی وساطت سے ہم صدر محترم تک پہنچانا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جی۔ جناب افتخار گیلانی صاحب۔ ہاؤس کی کیا مرضی ہے اس کو چلانا ہے ؟ ایک سپیکر اور سُن لیتے ہیں۔

Shaikh Sahib, you want to speak. I was told that you want to speak on the next day.

Mr. Hasan A. Shaikh: Yes, if we are meeting again for this purpose.

Mr. Deputy Chairman: We are meeting again for this debate. We will continue this. Now, we adjourn the House.

The House is adjourned to meet again on 31st December, 1989, at 10.00 A.M.

[The House adjourned to meet again at ten of the clock in the morning on Sunday, December 31st 1989.]